بسم اللہ الرحمن الرحیم
بڑھیا کا بیٹا
حامد
اماطۃ الاذیٰ
یعنی غوث پاک پر
اعتراضات کے جوابات و گیارہویں شریف
شیخ القرآن حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی
باہتمام صاحبزادہ عطاء الرسول اویسی
مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور

مجموعہ

بڑھیا کا بیڑا

اور

غوثِ اعظم کی کرامت

و دیگر رسائل

۱- غوثِ اعظم پر اعتراضات کے جوابات

۲- گیارہویں شریف

مصنفہ

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی قادری

بہاول پور پاکستان

دیباچہ

فقیر نے اس رسالہ کو بار اول ۸۳ھ میں لکھ کر شائع کرایا تو اکابر اہل سنت نے اظہار مسرت فرمایا لیکن اصاغر نے طعن فرمایا کہ اس معمولی بات پر اتنا بڑے دلائل کی ضرورت کیا تھی کاش اتنا زور کسی معرکۃ الآراء مسئلہ پر لگایا جاتا مجھے ان حضرات سے دکھ ہوا کیا انہیں معلوم نہیں کہ مسلمان کی نظروں میں ہر چھوٹا مسئلہ بہت بڑا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے علم جہاد بلند فرمایا اور فرمایا اگر زکوٰۃ میں سے ایک نکیل برابر بھی رکھو گے تو بھی قتل و غارت ہوگی وہ نکیل کیلئے نہیں لڑ رہے تھے بلکہ اسلام کی قدر و منزلت کیلئے اور مخالفین کو بتا دیا کہ جسے تم معمولی سمجھ رہے ہو وہ ہماری نظروں میں اہم ہے بعینہٖ اسی طرح اسلاف کا طریقہ تھا کہ جب معتزلہ نے نفس کرامت کا انکار کیا تو اکابر اہل سنت نے دلائل کے انبار لگا دئیے اور قرآن و حدیث سے ایسے مسکت جوابات تحریر فرمائے کہ معتزلیت آخر بے بس ہو کر غم سے ملیا میٹ ہو گئی۔

اب بھی اگرچہ اعتزال کا نام دنیا سے ناپید ہے لیکن ان کے عقائد وہابیت کے رنگ میں ابھر رہے ہیں کہ ولی کی کرامت کا محاسبہ کیا جا رہا ہے اسے عقل کے گورکھ دھندوں میں پھنسایا جاتا ہے عوام بیچاروں کو قرآن و حدیث کا نام لے کر گمراہ کر دیتے ہیں فقیر بےکس نے درگاہ قادریت کی سخت توہین سمجھی کہ مشہور کرامت "قرآنی معیار پر تول کے" دکھائے تاکہ عوام کو دھوکہ دینے والے زعم میں نہ رہیں کہ درگاہی فقیروں کے کشکول دلائل سے خالی ہیں آخر بفضلہ تعالیٰ ثم بکرم حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھوس دلائل سے مسئلہ کو واضح کر دیا اور آج چند سال کے عرصہ میں کسی منکر کو تردید کی ہمت نہیں ہوئی اور نہ ہی ان شاء اللہ المولیٰ ثم ان شاء حبیبہ الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو جرأت ہو سکتی ہے۔ فقط

الفقیر ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ بہاولپور

۶ ج ۱ - ۱۳۹۶ھ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ محبوب سبحانی حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے بڑھیا کی آرزو پر دعا کر کے بارہ برس کا غرق شدہ بیڑا صحیح و سالم دریا سے باہر نکلوایا۔ کیا یہ کرامت شرع کے مطابق ہے یا نہ؟ اور یہ قصہ کسی مستند کتاب میں ہے یا ایسے ہی خوش عقیدت لوگوں کی ساخت ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ

الجواب ھو الموفق والملہم للحق والصواب

تمہید

(۱) اہل سنت کا اجماع ہے کہ کرامت اولیاء حق ہیں خلافاً للمعتزلہ[1]

(۲) اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ وہ کرامت جو ولی سے ظاہر ہوتی ہے وہ در اصل اس نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے در حقیقت قدرت حق کا اظہار ہے کرامت کا منکر کرامت کا انکار نہیں کر رہا ہے، بلکہ اللہ کی قدرت کا انکار کرتا ہے ثابت ہوا کہ کرامت سے

---

[1] شرح عقائد میں ہے کرامات الاولیاء حق ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں لاعبرۃ بمخالفۃ المعتزلۃ واھل البدعۃ فی انکار الکرامۃ

اویسی غفرلہٗ

دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہوتی ہے۔ چنانچہ اس تقریر کا اقرار مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے کتاب التکشف میں علیٰ کیا ہے۔ اس قاعدہ کے سمجھنے کے بعد منصف المزاج صحیح الدماغ ایک آن کے لئے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید ہے کہ محبوب سبحانی قطب ربانی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارہ سال کا ڈوبا ہوا بیڑا دریا سے صحیح وسالم باہر نکال دے۔

(۳) اور قادر قدیر کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ محض اپنے بندوں کی شان بلند کرنے کے لیے وہ کام جو خود کر سکتا ہے اپنے پیارے بندوں کے ذریعہ کراتا ہے تاکہ نادان لوگوں کو پیارے بندوں کی شان معلوم ہو جائے۔ فقیر چند واقعات قرآنیہ درج کرتا ہے تاکہ محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کی کرامت کے ثبوت کیلئے توثیق وثیق ہو جائے۔

(استدلال از آیات قرآن)

تیسرے پارے میں سیدنا عزیز علیہ السلام کا قصہ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر میرے مضمون کی تائید کیلئے کافی ہیں۔ سیدنا عزیز علیہ السلام جب سو سال کے بعد خواب سے بیدار ہوئے تو انہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا۔

ترجمہ :۔ اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھ کو ہم نے نمونہ کیا ہے لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیاں کس طرح ان کو ابھارتے ہیں پھر ان کو پہناتے ہیں گوشت۔

اس واقعہ میں سو سال کے بعد گدھے کی بوسیدہ ہڈیاں جو اس وقت چورہ چورہ ہوئی پڑی تھیں کسی شے کو واسطہ بنائے اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا چنانچہ فرمایا کیف ننشزھا الخ

اس واقعہ کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا تاکہ کسی کو یہ توہم نہ رہے۔ کہ احیاء الموتیٰ کسی دوسرے کے ذریعہ سے کرتا ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار اپنے ایک پیارے پیغمبر علیہ السلام کے ذریعہ فرمایا۔ چنانچہ سیدنا[1] ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا۔ اے العالمین تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میرے خلیل (علیہ السلام) میری قدرت پر تجھے اطمینان نہیں ہے پیارے خلیل علیہ السلام نے عرض کی الٰہی ایمان تو ہے مگر اطمینان قلبی کی خاطر عرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے پیارے اب یہ کام خود تیرے ذریعہ سے کرتا ہوں اب اس طرح کیجئے کہ چار پرندے پکڑ کر ان کو ریزہ ریزہ کر کے پہاڑ پر رکھ دیجئے ابراہیم

[1] قال تعالیٰ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ

علیہ السلام نے ایسے ہی کیا ان کے گوشت پوست کو ریزہ ریزہ کر کے تمام ایک جز کر کے ان کے سروں کو تو اپنے پاس رکھ لیا اور باقی اجزاء پہاڑ پر رکھ دیئے۔ پھر ہر ایک کا نام لے کر بلایا تو جسم اپنے سروں سے آکر ملے اور سب کے سب زندہ ہو گئے (تفصیل فقیر کی تفسیر اویسی میں ہے)

اقول:۔ اگر اللہ تعالیٰ خود بلا واسطہ زندہ فرماتا تو جیسے سیدنا عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں گذ ہے کے متعلق فعل کا اسناد (نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا) اپنی طرف فرمایا یہاں پر بھی ایسے ہی فرماتے نہیں بلکہ پیارے کی شان بلند کرنے کی خاطر سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا۔ ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا۔ اے میرے خلیل (علیہ السلام) آپ ان کو بلائیں آپکے بلاوے پر آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ جب سیدنا خلیل علیہ السلام نے ایک ایک کا نام لیا تو وہ جانور زندہ ہو کر سروں کے بغیر دوڑتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے قریب آکر اپنے سروں سے مل گئے (ف) واقعہ کا سباق سیاق خود بتاتا ہے کہ پرندوں کو زندگی تو خداوند قدوس نے بخشی مگر درمیان میں واسطہ ابراہیم

تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا۔ الآیۃ

علیہ السلام کے بلوانے کو بنایا تھا تاکہ نادان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قدرت تو اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے مگر شان بلند کرنے کے لئے اظہار بندوں سے کرایا جاتا ہے

(۲) پارہ اول میں بنی اسرائیل کے مقتول کا قصہ بہت مشہور ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے قصہ کے متعلق فرماتا ہے۔ (وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ)

ترجمہ:۔ اور جب کہ تم نے مار ڈالا تھا ایک شخص کو پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ تعالیٰ نکالتا ہے جو تم چھپاتے تھے۔

اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت مالدار تھا اس کی اولاد نہ تھی صرف دو بھتیجے تھے۔ ایک رات مال کی لالچ میں انہوں نے اسے مار ڈالا اور اس کی لاش دو گاؤں کے درمیان ڈال دی۔ اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ان دونوں گاؤں والوں پر دعویٰ کر دیا۔ وہ لوگ چونکہ اس فعل سے بے خبر تھے واویلا کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام سے اس واقعہ کی صحت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا طلب کرائی۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ حکم ہوا کہ یہ لوگ گائے ذبح کریں۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ ٹھٹھا مت کرو صحیح واقعہ بتاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے اسی طرح کہا ہے انہوں نے کہا اچھا بتاؤ گائے کیسی ہے اس کا رنگ کیا ہے

کس کام کی ہے وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ نے سب تفصیل بتا دی۔ اب انہیں پتہ چلا کر ان اوصاف کی گائے جو ایک یتیم کے پاس ہے وہ گائے یتیم سے بہت بڑی مہنگی لے کر ذبح کی جب گائے ذبح کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا) یعنی پھر ہم نے کہا مارو اس مردہ کو اس گائے کا ایک ٹکڑا لفظ بعض سے مراد مفسرین نے زبان لی ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں سیدھی ران کا ایک ٹکڑا تھا۔ بعض کے نزدیک کان ہے۔ بعض کے نزدیک دم کی ہڈی ہے۔ بہرحال اس مردہ گائے کے بعض حصہ کو مردہ آدمی سے لگایا گیا۔ تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور تمام واقعہ بیان کر کے مر گیا (کذا فی مظہری ج ۱ ص ۸۴ خازن ج ۱ ص ۵۵ صاوی ج ۱ ص ۳۲ وغیرہا) تقریباً تمام تفاسیر میں یونہی ہے۔ اختصاراً و تطویلاً بطرق مختلفہ و الفاظ متنوعہ۔

(اقول) واقعہ میں تین چیزیں قابل غور ہیں (اولاً) یہ کہ جب اللہ تعالیٰ قادر قدیر ہے۔ کن سے تمام کائنات پیدا فرما سکتا ہے۔ اب مقتول کے زندہ فرمانے سے کونسا اشکال تھا کہ نہ تو خود زندہ فرماتا ہے اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ تم میری اجازت سے مردہ کو زندہ کرو بلکہ انہیں گائے کے ذبح کرنے پر مجبور کر دیا اور وہ بھی خاص قسم کی جس میں بہت بڑے لمبے شرائط ذکر فرمائے بہرحال اس حوالت میں کوئی حکمت ضرور مضمر ہے۔ جناب مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر مظہری ج ۱ ص ۸۴ میں فرماتے ہیں۔

شَرَطَ فِيْهِ مَا شَرَطَ لِمَا جَرٰى عَادَتُهٗ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا بِتَعْلِيْقِ الْاَ
شْيَاءِ بِالْاَسْبَابِ الظَّاهِرَةِ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ابتداً اس لیے مردہ کو زندہ نہ فرمایا اور اسے چند
شرائط کے ساتھ مشروط فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ
ہے کہ اشیاء کو اسباب ظاہرہ سے متعلق فرمایا کرتا ہے۔ (ف) انہی اسباب
سے انبیاء و اولیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی مدد ہے۔ تفصیل فقیر کی تصانیف
میں ہے۔

(ف) نیا) یہ کہ اپنی قدرت کا مظہر گائے کو کیوں بنایا۔ حالانکہ گائے کے بجائے
اگر موسیٰ علیہ السلام کو مظہر بناتے جو اس کی قدرت کے مظہر اعلیٰ بھی ہیں اور قوم
کے نبی بھی اور قوم کو ان کے معجزے دیکھنے کی ضرورت بھی تھی۔ اور موسیٰ علیہ
السلام کی قدرت کے اظہار پر دین کو فائدہ بھی تھا۔ کہ معجزہ دیکھ کر شاید بعض
لوگ ایمان لے آتے۔ اور اس کی وجہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بیان فرماتے ہیں۔ وَكَانَ لِلّٰهِ فِيْهِ حِكْمَةٌ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ كَانَ فِيْ بَنِيْ
اِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ لَهٗ اِبْنٌ صَغِيْرٌ وَكَانَ لَهٗ عِجْلٌ اَتٰى بِهَا اِلَى الْمَنِيْفَةِ
وَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَوْدِعُكَ هٰذَا الْعِجْلَ لِابْنِيْ حَتّٰى يَكْبُرَ وَمَاتَ
الرَّجُلُ فَشَبَّتِ الْعِجْلُ فِي الْمَنِيْفَةِ عَوَانًا وَكَانَتْ تَهْرُبُ مَنْ
كَانَتْ رَاٰتْهُ الخ

یعنی اس میں حکمت یہ تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک مرد نیک تھا اور اس کا ایک چھوٹا لڑکا تھا اپنی موت کو جب قریب دیکھا۔ تو بچے کے لیے ایک بات سوجھی وہ یہ کہ اس کے گھر ایک گائے کا بچھڑا تھا اور اسے جنگل میں لے جا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا اللہ یہ بچھڑا تیری امان میں ہے میرے بیٹے کے لئے جب تک وہ بڑا نہ ہو یہ گائے تیرے سپرد ہے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ وہ گائے جنگل میں رہتی جس جس کو دیکھتی ڈر کے مارے بھاگ جاتی۔ الخ (اخرجہ ابن جریر عن ابن عباس بو تو تا مظہری جلد ۱ صفحہ ۲) (ف) اس سے اولیاء اللہ کی شان کا اندازہ لگایئے

(ثانیاً) یہ کہ گائے کے بعض کے ساتھ لگانے سے زندہ کرنے کے کیا معنی؟ اس کے متعلق بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ گائے سبب ظاہری بھی ہے۔ اور ولی کے ساتھ متعلق بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس طویل بیان سے یہ ظاہر فرمایا کہ میری قدرتوں کا اظہار میرے اولیاء کے متعلقات سے کبھی ہوتا ہے۔ دیکھئے اس گائے کا حال کہ جب اسے ولی سے نسبت ہوئی تو ہمیں اس سے ایسا پیار ہوا کہ اسے مظہر قدرت بنا دیا کہ اس کے ذریعہ مردہ زندہ کر دیئے

ان وجوہ کے بعد

نادان لوگوں سے پوچھیئے کہ کیا محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس گائے کی دم کی ہڈی سے بھی کم ہیں جب ولی کی گائے مردہ زندہ ہونے کا سبب بن سکتی ہے تو ولیوں کے ولی اور غوثوں کے غوث کی دعا میں مردہ زندہ کرنے کی تاثیر کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ نے ایک مردہ کو ایک ولی کی گائے کی ایک ہڈی سے زندہ فرمایا تو کونسا اشکال ہے کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا سے مردہ زندہ ہو رہے بھائیو یہ لوگ غوث اعظم کی کرامت کا انکار نہیں کر رہے۔ بلکہ اسی انکار سے دراصل قادر قدیر کی قدرت سے منکر ہو رہے ہیں۔ (ولکن لایشعرون)

ان واقعات قرآنیہ سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کی شان کو ظاہر کرنے کے لئے اپنی قدرت بالخصوص مردوں کو زندہ کرنے کا اظہار بندوں سے کرتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم میں کسی جگہ پر کوئی ایک ایسا بیان فرمایا ہو جس میں محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کے قصے کے مطابق ہو اور وہاں بھی بعینہ یہی بات ہو۔ ہاں پارہ دوم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۔

یعنی اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے

اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا۔ مرجاؤ پھر اس نے انہیں زندہ فرمادیا۔ بیشک اللہ تعالےٰ لوگوں پر فضل کرنیوالا ہے۔ مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں

اصل واقعہ یوں ہے کہ علاقہ واسطہ میں ایک بستی بنام داوردان تھی جہاں ایک بار طاؤن آیا۔ مالدار تو شہر کو چھوڑ کر جنگلوں میں بھاگ گئے غرباء ان رہ گئے قدرت کی شان بھاگنے والے بچ گئے اور جو نہ بھاگے اکثر ہلاک ہو گئے۔ جب طاعون جاتا رہا وہ مالدار صحیح وسالم واپس لوٹ آئے۔ غربا نے کہا کہ یہ لوگ بڑے دانا تھے کہ بھاگ کر اپنی جانیں بچالیں آئندہ ہم بھی ایسا کریں گے۔ اتفاقاً اگلے سال پھر طاؤن آگیا۔ اب سارے شہر والے بھاگ کر کسی علاقہ میں چلے گئے۔ بحکم خدا ایک فرشتہ نے چیخ ماری آناً فاناً سب ہلاک ہو گئے آٹھ دن تک ان کی لاشیں وہیں پڑی رہیں یہاں تک کہ پھوٹ پھوٹ کر سخت بدبو پھیلی اور آس پاس کے لوگ پریشان ہو کر ادھر آئے اور چاہا کہ انہیں دفن کر دیں۔ مگر اتنے آدمیوں کا دفن کرنا ناممکن تھا اس لئے انہوں نے ان مردوں کے آس پاس اونچی چار دیواری کھینچ دی تاکہ یہاں کوئی زندہ نہ پہنچے اور وہ بھی بدبو سے محفوظ رہیں۔ یہاں تک کہ یہ لاشیں بالکل گل سڑ گئیں اور ان کی ہڈیاں بکھر گئیں۔ اتفاقاً وہاں سے حزقیل

کا گذر ہوا۔ آپ نے دعا کی تو یہ تمام لوگ زندہ ہو گئے۔
جنہیں ذو الکفل علیہ السلام کہا جاتا ہے گذرے اتنی ہڈیوں کو بکھرا ہوا
دیکھا متعجب ہو کر کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ مولیٰ انہیں
زندہ فرما دیجیے۔ وحی آئی کہ آپ انہیں پکار دیئے۔ چنانچہ آپ نے پکارا کہ اے
ہڈیو! بحکم الٰہی جمع ہو جاؤ۔ وہ تمام جمع ہو گئیں۔ پھر آواز آئی کہ گلے سڑے
جسمو! بحکم خدا تم گوشت اور کھال پہن لو آواز دینے سے ایسا ہو گیا پھر آواز
دی کہ گلے سڑے جسمو! بحکم خدا تم گوشت اور کھال پہن لو آواز دینے سے
ایسا ہی ہو گیا۔ پھر آواز دی کہ اے مُردو! رب تعالیٰ کے حکم سے اُٹھ کھڑے
ہو وہ سارے سبحانك اللهم ربنا لك الحمد۔ لا اله الا انت
کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر یہ لوگ کئی سال زندہ رہے مگر ان کے
چہرے مُردوں کے سے تھے ان سے اولاد بھی پیدا ہوئی اور اولاد میں کچھ
خفیف سی بُو تھی (روح البیان[1] صفحہ ۲۵۶ ج ۱)

یہ واقعہ بعینہٖ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے مطابق ہے۔ اور
اس واقعہ کو بلا انکار تمام مفسرین نقل فرما رہے ہیں (اس آیت کے تحت
تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی، بیضاوی وغیرہ میں دیکھئے۔ خداوند قدوس
کے پیارے نے ہڈیوں کو دیکھ کر دعا کی۔ اور تین بار دعا کرنے سے
ہزاروں کی تعداد کو عرصہ کے بعد زندہ کر دیا۔ حزقیل علیہ السلام کے

[1] دیگر تفاسیر معتبرہ میں یہ واقعہ موجود ہے ۱۲ منہ غفرلہ

اس قصہ کو ماننے پر کسی قسم کا اشکال نہیں کیا جاتا لیکن غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں طرح طرح کے اشکال سامنے آجاتے ہیں واللہ اعلم کیوں اب نہ ماننے والے حضرات نہ مانیں ان کی مرضی مگر ہم نے تفاسیر کی تائیدیں بھی پیش کر دی ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر قرانی ثبوت پیش کر دوں کہ قادر قدیر اس سے بڑھ کر اولیاء کرام سے اپنی قدرت کے کرشمے دکھاتا ہے۔

(۴) سورہ طٰہٰ پڑھیے اور اس میں سامری کا حال دیکھیے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ اب وہ نہیں ہیں تو سونے کے زیورات جلا کر گوسالہ کی صورت تیار کر لی اور اس میں سیدنا جبریل علیہ السلام کے گھوڑی کے پاؤں کی مٹی اس مورت کے منہ میں ڈال دی کہ جس کی برکت سے اس مورت سے آواز آنے لگی۔ بنی اسرائیل اس کی پرستش میں شروع ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام واپس لوٹ کر ہارون علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ ساری حرکت سامری نے کی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو بلایا اور فرمایا (فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ) اے سامری اب تیرا کیا حال ہے اس نے اپنا واقعہ سنایا کہ جب فرعون کے غرق ہونے کا وقت قریب آیا تو (بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ) میں نے وہ معاملہ دیکھا جو لوگوں نے نہیں دیکھا۔ یعنی جہاں جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی قدم رکھتی وہ جگہ سبز ہو جاتی تھی۔ (فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ

أَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ) پھر اس مٹی کو میں نے ڈال دیا اسی صورت میں جو میں نے زیورات سے تیار کی تھی اور میرے دل کو یہی بات بھلی لگی یہ واقعہ پڑھنے کے بعد نتیجہ نکالئے کہ بچھڑا زیورات سے تیار ہوا۔ اس سے قبل اس میں روح نہیں تھی اور بچھڑے کو کسی ولی اللہ کی دعا سے زندگی نہیں مل رہی بلکہ ایک فرشتے کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی سے اور مٹی ولی اللہ نہیں ڈال رہا بلکہ دشمن دین ہے۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ قادر قدیر نے ایک گھوڑی کے پاؤں کی مٹی میں (کہ جسے دشمن دین نے اٹھا کر زیورات کی ایک مورت میں ڈالا ہے) یہ تاثیر فرمائی ہے کہ اس جسم بے روح میں از سر نو روح پیدا کر کے زندگی دیدی۔ کیا اولیاء کرام جن کے متعلق حدیث شریف ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ) بالخصوص غوث اعظم رضی اللہ عنہ (جو کہ تمام اولیاء کرام کے شہنشاہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب ہیں کہ اپنی منہ مانگی بات رب تعالیٰ سے منواتے ہیں) سے خداوند قدوس کو (معاذ اللہ) ضد ہے کہ ناز برداری نہ فرمائے اور وہ بڑھیا کے ساتھ وعدہ کریں کہ تیری ساری بارات واپس

سے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے قسم کھا کر کہدیں کہ یا اللہ یہ کام کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے سلہ جس کا مفصل واقعہ آئندہ صفحے پر ہے۔

کراؤں گا۔ پھر اس وعدہ سے انہیں شرمسار کرائیگا۔ بلکہ ہمارا رب وہ رحیم کریم ہے کہ ہم جیسے مجرم بھی اگر دعا کے لیے خالی ہاتھ اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ کے خالی ہاتھ دیکھ کر مجھے شرم آتی ہے کہ اس کے خالی ہاتھ لوٹاؤں پھر ہم کہاں اور غوث رضی اللہ عنہ کہاں جو عالی شان اور اعلیٰ نشان رکھتے ہیں اگر کوئی شخص ان کے وسیلے سے بہ توجہ تام اللہ تعالیٰ سے دعا طلب کرے۔ تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ خود غوث اعظمؒ کی زبانی سنیئے۔ مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کُشِفَتْ عَنْہُ وَمَنْ نَادٰی بِاسْمِیْ فِیْ شِدَّۃٍ فُرِّجَتْ عَنْہُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ فِیْ حَاجَۃٍ قُضِیَتْ لَہٗ۔ یعنی جو کسی تکلیف میں مجھ سے مدد مانگے وہ تکلیف دور ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام پکارے وہ سختی دفع ہو۔ اور جو کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے وہ حاجت روا ہو۔ دیگر مقام پر فرماتے ہیں۔ (اِذَا سَئَلْتُمُ اللّٰہَ فَاسْئَلُوْنِیْ) یعنی جب تم اللہ سے سوال کرو تو میرے وسیلہ سے مانگو۔ مضامین باسانید صحیحہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے آئمہ دین و اکابر معتمدین روایت فرماتے ہیں۔ (قلائد الجواھر) انہی وجوہ کے پیش نظر کسی منصف مزاج کو انکار کی گنجائش نہیں کہ مطابق (کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ)

عہ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے قسم کھا کر کہہ دیں کہ یا اللہ یہ کام کر دے اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے (ا) جس کا مفصل واقعہ آئندہ صفحہ پر ہے ۱۲ ستہ تحفۃ الاطہر وغیرہ ۱۲

محبوب سبحانی حضور غوث صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت جو کہ دراصل
قادر قدیر کی قدرت کا کرشمہ ہے اس سے جو شخص انکار کرے گا جو دراصل
قادر قدیر کی قدرت میں شک کرتا ہے ورنہ بات ظاہر ہے کہ ڈوبا ہوا
بیڑا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قدرت سے نہیں ترایا بلکہ
رب کی قدرت کے ماتحت دعائے مستجاب سے یہ مشکل حل فرمائی اس
لمبی چوڑی تمہید و توضیح کے بعد اصل واقعہ کا اثبات ایک مستند کتاب سے
[illegible] سلطان الاذکار فی مناقب غوث الابرار مطبوعہ سنہ ۱۳۲۰ھ
بحوالہ خلاصۃ القادریہ مع تصنیف لطیف شیخ شہاب الدین سہروردی
رحمۃ اللہ علیہ ہے کہ ایک دن حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفریحاً
دریا کی طرف تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ چند عورتیں پانی لینے کے لئے دریا
پر آئیں اور اپنے اپنے گھڑے بھر بھر کر اپنے گھروں کو چلی گئیں مگر
ایک ضعیفہ اپنا گھڑا پانی سے بھر کر دریا کے کنارے پر رکھ کر بیٹھ کر زار
زار رونے لگی تو حضور نے [illegible] رونے کا سبب [illegible] پوچھا ایک نے عرض
کی کہ مجھے بخوبی معلوم ہے کہ اس بوڑھی کا ایک ہی تو بیٹا تھا اس
کی شادی خانہ آبادی بڑے احتشام اور دھوم سے ہوئی بارات
دلہن کے گھر گئی۔ عقد و نکاح سے فارغ ہو کر بارات دلہن کو ہمراہ لے

؎ پوری تفصیل آئندہ صفحات کے قصیدہ فارسی میں ہے۔ ۱۲

کر اپنے گھر چلے درمیان میں دریا عبور کرنا تھا۔ کشتی پر سوار ہوئے بقضائے الہٰی ساری بارات ڈوب گئی۔ اس وقت بارہ ہی سال گزرے ہیں۔ مگر بڑھیا کے دل کی بیقراری ایسے ہی غم والم میں گرفتار ہے۔ جس وقت غوث صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ سنا فرمایا بڑھیا کو میرے پاس لاؤ۔ بوڑھی کو حاضر کیا گیا آپ نے فرمایا تیری درد بھری فریاد سے میں بڑا متاثر ہوا۔ تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ تیری ساری بارات اللہ تعالیٰ سے واپس دلوا دوں گا۔ یہی وعدہ فرماتے ہوئے سر سجدہ میں رکھ دیا اور بارگاہِ ایزدی میں عرض کی کہ مولیٰ اس بڑھیا کی بارات کو نئی زندگی دے کر بارات کو واپس لوٹا دے۔ تین بار اسی طرح عجز وزاری سے التجا کی آخر مالک قدیم نے محبوب کا کہنا مان لیا اور یکایک دریائے رحمت کو جوش آیا اور ایک ہی جوش سے کشتی بمعہ اسباب اور گھوڑے اونٹ وغیرہ بارات صحیح وسالم باہر نکل آئی بڑھیا کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ قدموں پر گر پڑی۔ آخر بارات لے کر شہر میں پہنچی۔ شہر کو کرامت کا علم ہوا کئی بت پرست مشرف باسلام ہوئے (اقول) کرامت کو فی نفسہٖ کرامت ماننا کافی ہوتا ہے۔ مگر بعض لوگ قلبی مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اولیاء کرام کی کرامت پر معترض رہتے ہیں یہ کرامت گذشتہ دلائل کی روشنی سے صحیح معلوم ہوتی ہے مولانا برخوردار ملتانی جو دیگر مفید تصنیفات کے مصنف ہونے

کے علاوہ شرح عقائد جیسی مشہور و معروف کتاب کے محشی بھی ہیں۔
اپنی کتاب غوث اعظم صفحہ ۲۷ مطبوعہ ۱۳۳۳ھ میں فرماتے ہیں۔ اس
پیرزن کا قصہ ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر ہے اور سخت شہرت
ہے۔ اس کی شہرت ہی شہرت دلیل صادق معلوم ہوتی ہے آپ
سے آگے چل کر فرماتے ہیں کہ بعض مردہ دل اس کرامت پر کئی
خدشات پیش کرتے ہیں کہ اتنی مدت مزید کے بعد بارات کا نکلنا دور
از عقل ہے۔ بجز اس کے کہ خلاق عالم قادر حشر و نشر کے آگے
یہ امر کیا مشکل ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے ایمان میں فرق آتا
ہے۔ معجزات اور کرامت کو در حقیقت فعل اللہ ماننا ہے۔ اس
کے بعد چند دلائل اسی واقعہ کی توثیق کے لئے بیان فرمائے کہ حضرت
غوث صمدانی رضی اللہ عنہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں۔ ثم یُرَدُّ لَهٗ
التَّکوِیْن فَیَکُوْن مَا یُحْتَاجُ اِلَیْهِ بِاِذْنِ اللّٰہ = یعنی بعد حصول
مقام جو کہ نہایت احوال ابدال و اقطاب ہے کبھی عارف کو تکوین
کی خدمت دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کل یا مایحتاج
کو موجود کر لیتا ہے بہجۃ الاسرار میں حضرت غوث صمدانی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کا قول ذکر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ " اَنَا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ
اَنَا نَائِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ وَارِثُهٗ فِی الْاَرْضِ یُقَالُ لِیْ یَا عَبْدَ القَادِر

تکلّم و یسمع منک" یعنی میں زمین میں نائب و وارث سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ مجھے فرمایا جاتا ہے کہ اے عبدالقادرؒ جو مانگنا ہو مانگ قبول ہوگا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوح الغیب کی شرح میں مقولہ تکوین کے نیچے بایں کلمات قلم فرسائی فرمائی ہے

پیشتر از رسیدن بمرتبہ فنا ولایت و ابدالیت۔ گاہے رد کردہ میشود سپردہ مے شود بوے پیدا کردن اشیاء و تصرف درا کوان کہ عبارت از خرق عادات و کرامات است پس یافتہ میشود تمام آنچہ احتیاج کردہ میشود لبوے بدستوری خدا و قدرت وے عزوجل، یعنے درحقیقت فضل حق است کہ بر دست ولی ظہور یافتہ چنانچہ معجزہ بر دست نبی۔ پھر اس کے آگے چل کر لکھا ہے۔ کہ ایں[2] رد و تکوین و عطاء تصرف درکائنات ثابت مذکور است بقول حق سبحانہ وتعالیٰ در بعض کتابہا وے کہ پیغمبران فرستادہ اے فرزند آدم اطعنی تقول لشی کن فیکون

[1] یعنی ولایت کی ڈگریوں میں جب بندہ فنائیت و ابدالیت کے مقام تک پہنچتا ہے تو اُسے عالم دنیا میں خرق عادت کے طور پر تصرفات کی اجازت مرحمت ہوتی ہے جو قدرت حق کا ظہور ہوتا ہے جیسے معجزات انبیاء قدرت کا ظہور ہوتے ہیں۔۱۲ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

[2] یعنی بندہ خدا کو تکوین یعنی مُردوں کا زندہ کرنا وغیرہ اللہ تعالیٰ سے عطا ہوتا ہے باقی صفحہ ۲۱

واقعہ مذکورہ کوئی ایسا مخفی نہیں کہ جسے صرف آج کل کے خوش عقیدت وابستگان دربار غوثیہ بیان کرتے ہیں بلکہ قدیم سے اس نے بہت بڑے علماء و فضلاء اور اولیاء کی قلم و لسان سے شہرت پائی۔ چنانچہ مولانا برخوردار ملتانی محشی نبراس شرح شرح عقائد کا مقولہ آپ سن چکے ہیں آپ نے لکھا ہے کہ اس کی شہرت دلیل صدق معلوم ہوتی ہے۔ اب ایک عارف غلام محی الدین قصوری[1] رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی قدس سرہٗ کے آخری خلیفہ ہیں) کے .... علاوہ ،

بقول فقہاء کے اس نے اپنی بعض آسمانی کتابوں میں فرمایا ہے اے میرے بندے تو میرا ہو جا جب تو میرا ہو جائے گا۔ تو تو جسے بھی کہے گا کُن ہو جا فیکون تو وہ ہو جائیگا

[1] مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے "تحفہ رسولیہ" میں اپنے صاحبزادہ کی ولادت کی خبر قبل از وقت دی اور نام بھی تجویز کر دیا اور بڑی بڑی کرامتیں ان سے ظاہر ہوئیں۔

ان کا علمی مرتبہ وہی جانتے ہیں جو ان کے سوانح سے باخبر ہیں۔

مختصر طور پر فقیر نے اپنی کتاب "تذکرہ علماء اہل سنت" میں لکھ دیا ہے۔

قطب الوقت ہونے کے علم میں بے نظیر و بے مثیل تھے) کا قصیدہ دربارہ واقعہ ہذا درج کرتا ہوں یہ قصیدہ وہ مقبول قصیدہ ہے جسے عالم نبیل مولانا حیدر اللہ خان صاحب درانی مجددی نقشبندی نے اپنی کتاب درۃ الدرانی علی ردۃ القادیانی میں نقل کیا ہے اور فقیر نے مولانا برخوردار ملتانی کی کتاب غوث اعظم سے لکھا ہے۔

قصیدہ مع ترجمہ دربارہ واقعہ ہذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گویم نخستیں حمد حق	آں خالق ارض و سما
پہلے اللہ کی تعریف کرتا ہوں	کہ وہ زمین و آسمان کا خالق ہے
قیوم قادر مقتدر	اہل طلب را رہنما
قیوم اور قادر مقتدر ہے	طالبان حق کا راہنما ہے
زاں پس درود مصطفٰے	گویم بصدق و صفا
اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر	درود و تحیۃ کرتا ہوں نہایت صدق و صفائی سے
فخر الرسل خیر الوریٰ	ہادی سبیل نور الہدیٰ
آپ رسولوں کے فخر اور تمام کائنات سے افضل	اور سیدھی راہ کے ہادی اور ہدایت کے نور ہیں

بر آل و بر اصحاب او | بر جملہ احباب او

آپ کی آل و اصحاب اور | جملہ احباب پر اور

بر داخلان باب او | گویم ز جان و دل ثنا

ان کے دروازہ اقدس پر پڑے ہوؤں | پر درود بھیجتا ہوں اور ان سب کی تعریف کرتا ہوں

مدح جناب محی الدین | آں غوث اعظم بالیقیں

جناب محی الدین کی مدح کرتا ہوں | آپ یقیناً غوث اعظم ہیں

محبوب رب العالمین | تن را تو جان را اجلا

اور اللہ تعالیٰ کے محبوب | اور جسم و دل کا سہارا اور جان کی روشنی ہیں

داد حق خدا قرب آں جناب | کس نیست یارائے بیاں

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا قرب عطا فرمایا | کسی کو بیان کرنے کی طاقت ہی نہیں

پائے شریفش را مکان | بر گردن کل اولیاء

اس بلند مرتبہ کا قدم | ہر ولی کی گردن پر ہے

بشد کراماتہائے او | چوں معجزات مصطفیٰ

ان کی کرامتیں سرور انبیا | صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی طرح بیشمار ہیں

خارج ز حد بیرون ز عد | حدش نداند جز خدا

جن کی نہ کوئی حد ہے اور نہ شمار | سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو علم نہیں

مشتے ازاں خروارہا | یکدانہ زاں انبارہا

مشتے نمونہ خروار اور | اس انبار سے ایک دانہ

حرفے ازاں اسرارہا | ظاہر کنم برملا

ان اسرار سے صرف ایک راز | میں برملا ظاہر کرتا ہوں

روزے بطور خوشدلی	آن پیشوائے بزدلی
کہ ایک دن بطور خوشی	وہ بزدلی کے پیشوا
بہر تفرج شد خلی	از طرف صحرائے فضا
سیر کی خاطر جنگل کی طرف	کھلے میدان میں نکلے
ناگہ گذشتہ سیر او	بر ساحل بحر نکو
جہاں آپ کی سیر کا گذر	ایک عجیب دریا کے کنارے پر سے ہوا
یک پیرزن شد روبرو	نالہ و گریہ ہاؤ ہا
کہ جس پر ایک بڑھیا روتی چلاتی	زاری کرتی ہوئی حاضر ہوئی
قدش کمان زہ از عصا	تیرش ز آہ جانگزا
اس کا قد کمان اور اس کا زہ عصا	اس کا قد آہ جانگزا تھی
اشکش رواں چوں سیلہا	لرزاں و لغزاں دست و پا
سیلاب کی طرح سے آنسو جاری تھے	اور ہاتھ پاؤں کو لرزہ تھا
پرسید پیرش از کرم	از باعث آن درد و غم
اس بڑھی سے مہربانی فرما کر	درد و غم کا موجب پوچھا
او خواندہ حرفے پر الم	از دفتر آں ماجرا
اس نے اپنے ماجرا کے دفتر سے ایک	پر درد حرف بیان کرتے ہوئے
گفتا کہ از باغ جہاں	یک داشتم سرو رواں
کہا کہ باغ جہاں سے	مجھے ایک سرو رواں نصیب تھا
یعنی کہ فرزند جواں	بودہ ست پیری کی عصا
یعنی نوجوان بیٹا	جو کہ بڑھاپے میں میرا سہارا تھا

قصری پورا افراختہ — کردم برآتش رابنا

ایک مکان عالیشان تیار ہوا — شاید آگ پر اس کی بنا ہوئی

گشتہ برات آور رواں — باکر وفر خسرواں

اب بارات روانہ ہو گئی — شاہوں کے کروفر کی طرح

آلات شادی ہمرہاں — دف ودہل قرناوناں

شادی کے اسباب کے ساتھ — دف - دہل - قرنائے وغیرہ

دادم بسے ہمراہ را — یکسر گدا و شاہ را

اس کے ساتھ بہت لوگوں کو بھیجا — جس میں بہت امیر و غریب تھے

چوں قطع کردم راہ را — آسودم از رنج و عنا

جب سفر طے ہو گیا — رنج و تکلیف دور ہوئی

آں طرف ثانی یکطرف — درہا کشادند از صدف

دوسری طرف والوں نے — صدف سے موتی کھولے

دادند سیم و زر بکف — کردند مہماں را عطا

بہت سیم و زر عنایت ہوے مہمانوں کو

کردند حاضر اطعمہ — شیریں و شوریں ہمہ

طعام حاضر ہوئے — نمکین و شیریں

شاہی کباب و قورمہ — حلوائے چینی رومی پلاء

شاہی کباب اور قورمہ — اور چینی حلوے اور رومی پلاء

شیریں برنج انبارہا — حلوا و ناں خلوارہا

میٹھے چاول بہت — حلوہ پوڑی کا تو حساب ہی نہ تھا

تابندہ و فرخندہ خو	خوشبو سیر چوں نافہ جو
نہایت حسین اور مبارک عادت	بہترین خصلتوں والا
یک جلوہ دیدار او	صد دردمنداں را دوا
اس کے دیدار کا ایک جلوہ	دردمندوں کی دوا تھا
جود و بہائش آیتے	حسن و سخائش غایتے

اس کی سخاوت اور جمال اللہ تعالیٰ کی آیت تھی اور نہایت حسین اور سخی

مشتاق او ذو ایتے	محتاج او اہل ہوا
مشہور لوگ اس کے مشتاق رہتے ہیں	اور پھر محتاجوں کا کیا پوچھنا
از خون و دل دادم لبن	جاں دادمش بر جان و تن
دل کے خون سے میں نے اسے دودھ دیا	اس کی جان و تن پر میں نے جان دے دی
فارغ نزد یکدم زدن	در خدمتش صبح و مساء

اس کی تربیت سے ایک لحظہ بھی میں فارغ نہ تھی بلکہ اس کی خدمت میں شام و سحر حاضر باش تھی

دنداں چوں شد دانہ ہا	کردم ز شیر او را جدا
اس کے دانت جب پیدا ہوئے	تو میں نے اسے دودھ سے دور کیا
ہر چیز کم دادہ خدا	مصروف کردم در غذا
جو شے اللہ تعالیٰ نے مجھے دی	اس کی غذا پر میں نے صرف کر دی
چوں دیدہ کردم پرورش	نادیدہا دادم خورش
آنکھوں کی طرح اس کی پرورش کی	نایاب چیزوں کی خوراک دی

ے بحر الاوف دراصل لدام تھا

منديل زريں برسرش	نعلين سيميں زير پا
سنہری رومال اس کے سر پر	چاندی کی جوتیاں اس کے پاؤں میں
پوشاک آں پاکيزہ تن	مشروع ململ گلبدن
اس کے جسم کی پوشاک	اس کی قمیص ململ کی تھی
زربفت چينی خز ختن	ديبا با اعلام طلاء
چینی زربفت ختن کا ریشم	جس پر طلائی نقش منقوش تھے
بودم برِ ديش شادماں	داخل بسلکِ بيغماں
اس کے دیدار سے میں نہایت مسرور تھی	بےغم لوگوں کی جماعت میں رہتی تھی
يادم نہ در روز و شباں	جز شغل آں راحت فزا
ہر دن رات مجھے اس کے	شغل میں بسر ہوتا رہا
چوں شد بقوت بال او	حيراں جہاں بر حال او
جب اس کے بال جمے	تو اس حال پر لوگ بڑے حیران تھے
شيرِ ژياں پامال او	همدست شد با اژدها
مست شیر بھی اس کے سامنے عاجز تھے	اژدہا کی طاقت رکھتا تھا
ختم دل انديشد او	تا بينم رخ فرزند او
دل نے خیال کیا کہ میں اب اس کا بیاہ کروں	تاکہ اس کی اولاد اپنی آنکھوں سے دیکھوں
دادم ازاں پيوند او	با خاندانِ ذو العلاء
چنانچہ اس کا عقد نکاح	ایک عالی قدر خاندان میں ہو گیا
رسم شگوں شد ساختہ	اسباب شد پرداختہ
شادی کے رسوم تیار ہونے لگے	تمام اسباب تیار ہونے لگے

بادام وشکر بار ہا
کھانڈ و بادام کثیر تھے

خمہا ز اچار و ابا
اچار و چٹنیوں کے خم پر تھے

دادہ جہاز آں ذوالقدر
اس ذی قدر نے بیٹی لڑکی کو جہیز دیا

زیور فزوں آوند زر
زیور بے شمار اور سونے کے برتن

صد نافہ مشک تتر
تاتار کے مشک کے کئی ڈبے

صد نیفہ ثوب صفا
قسم قسم کے کپڑے

اسپاں مرصع زین وتق
گھوڑے [illegible] بگر [illegible]

استر شتر با بارکش
استر اور اشتر بار بردار

واہمان غلام ماہ وش
[illegible] حسین غلام

دیگر نفائس بے بہا
علاوہ ازیں دیگر نفیس اشیاء بہا

چونکہ بزہرہ شد قرین
زہرہ کے ساتھ ہمارا ستارہ قرین تھا

در ساعت نیکو ترین
اچھی ساعت میں

گشتیم زآنجا رہگزیں [illegible]
ہم وہاں سے روانہ ہوئے

با صد خوشی با صد رجا
بڑی خوشی اور بلند امیدوں کے ساتھ

درکشتی ایں بحر خوں
اس خونی دریا میں کشتی پر سوار ہو کر

آمد برات از بخت دوں
بارات داخل ہوئی

کشتی چوں گردوں شد نگوں
کشتی الٹی تو تمام طوفان

شد غرق طوفان فنا
[illegible] غرق ہوئے

نوشہ عروس وہمرہاں
دولہا دلہن سمیت اور تمام ساتھی

در طرفۃ العین ناگہاں
طرفۃ العین میں اچانک سب

نشستند در دریا نہاں	گویا نہ بودہ گاہ بقا
دریا میں ڈوب گئے گویا وہ	تھے ہی نہیں
یک من بماندم زاں ہمہ	میشے نشاں از رمہ
ان تمام میں سے صرف میں رہ گئی ہوں	جیسے ریوڑ سے ایک بھیڑ بچ جائے
ورد زبانم ہر دمہ	ہیہات واویلائے وا
اب ہر لحظہ میری زبان پر	ہیہات اور واویلا ہے
زیں زندگی درد و زخم	از بار غم شد پشت خم
اس زندگی میں درد اور زخم نصیب ہوئے	غم کے بوجھ سے میری پشت ٹیڑھی ہو گئی
ہر دم شود افزوں نہ کم	سوز و گداز و جانگزا
روز بروز ترقی ہے نہ کمی	سوز ہے اور گداز ہے اور جانگزا
شد سالہا اثنا عشر	کافتادہ در خرمن شرر
بارہ سال ہوئے	کہ میری خرمن میں چنگاری پڑی ہے
روز و شبم در شور و شر	یکدم نیم از غم جدا
رات دن شور و شر میں ہوں	ایک لحظہ بھی غم سے جدائی نہیں
آں شاہ کہ خلقش بود کن	در گوش کرد ایں سخن
وہ بادشاہ کہ جس کا حکم بھی کن کا حکم رکھتا ہے	جب کانوں سے یہ کہانی سنی
از قصہ زال کہن	زد جوش دریائے عطا
بڑھیا کے قصہ سے	نا کے دریائے جوش ملا
گفتا کہ اے غمخوارۂ	در دشت غم آوارۂ
فرمایا کہ اے بڑھیا غمخوردہ	غم کے جنگل کی آوارہ

سازم برایت چارۂ
تیرے لئے چارہ کرتا ہوں

خواہم ز حق بہرت دُعا
اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے دعا مانگتا ہوں

تا زندہ گردد پور تو
تا کہ تیرا بیٹا زندہ ہو جائے

ظاہر شود مستور تو
اور تیرا چھپا ہُوا بیٹا ظاہر ہو جائے

آساں شود معسور تو
اور تیری مشکل آسان ہو جائے

از قدرت ربّ السّماء
آسمان والے رب کی قدرت سے

پس پیر پیران خدا
پھر اللہ والوں کا پیشوا

در سجدہ شد پیش خدا
اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں سجدہ ریز ہُوا

با عجز زاری و بکا
نہایت عجز زاری اور آہ و فغاں کی

شد ہمتش مشکل کشا
آپ کی ہمت سے مشکل حل ہوئی

یا رب مر آن اموات را
اے میرے اللہ ان سب مُردگان کو

در جوف حوت اقوات را
جو مچھلیوں کے پیٹ میں پڑے ہوئے ہیں

ہر جزو جزو اشتات را
ہر ایک ریزہ ریزہ شدہ انسان کو

از فضل خود زندہ نما
اپنے فضل و کرم سے زندہ کر دے

سر بد بسجدہ ہمچناں
آپ ابھی سر بسجدہ تھے

کز جائے غرق آمد فغاں
کہ غرق ہونے والی جگہ سے فریاد آئی

کشتی پُر از مرداں زناں
مردوں اور عورتوں سے کشتی بھری ہوئی

پیدا شدہ بر روئے ما
کشتی پانی پر ظاہر ہوئی

شد اہل کشتی را گذر
تمام کشتی والوں کا صحیح سالم ہو کر

سالم بساحل بے خطر
کنارہ پر بے خطر گزر ہوا

در غرق مردن بے خطر ـــ باآن جلو ہاآں جلا

دریا کے غرقابہ سے بے خطر ـــ اس رونق اور کروفر میں

نوشہ بازاں تاج وکمر ـــ در دست اُو تیغ سپر

دولہا اسی تاج وکمر سے ـــ اور ہاتھ میں تیغ و سپر تھی

با نوشتہ حجلہ در ـــ پیشش پرستاران بپا

اپنی دلہن کے ساتھ حجلہ میں بیٹھا ہوا ـــ اور ان کے سامنے نوکر خدمت میں کھڑے تھے

قوال ومطرب بذلہ گو ـــ نقال در نقل نکو

قوال اور میراثی بدستور غزل سرا تھے ـــ نقلی بدستور نقل کر رہا تھا

خمار می ریز از سبو ـــ یاران بدید در ہُو وہا

گھڑے سے خمار ریز تھے ـــ دوستوں کو دیکھا

مادر پسر شد مجتمع ـــ غمہا از دل شد منقطع

ماں بیٹا جمع ہوئے ـــ غم دل سے بھاگ نکلے

ایں قصہ را شد مستمع ـــ ہر کس ز ذکران و نساء

اس قصہ کو سننے والے ـــ ہر مرد عورت سننے والے ہوئے

ظاہر چوں شد طرفہ سر ـــ بسیار منکر شد مقر

جب یہ کرامت ظاہر ہوئی ـــ تو بہت کافر مسلمان ہو گئے

گشتند کافر منکسر ـــ شد مومنا فزا اعتلاء

کافر ذلیل ہوئے ـــ اہل ایمان کو بلندی نصیب ہوئی

چوں کرامت شد مبین ـــ شد خلق را راسخ یقیں

جب کرامت ظاہر ہو گئی ـــ تو مخلوق کے اعتقادات راسخ ہوئے

بر وعدہ رب العالمین	بر حشر و نشر و بر جزا
اے اللہ تعالیٰ کے وعدہ	
اے محی دین عالی قدر	روی قبلہ جن و بشر
اے غوث اعظم عالی قدر	آپ ہیں جن و بشر کے قبلہ
سوئے غلام خود نگر	از راہ الطاف و عطاء
اس غلام کی طرف نظر کرم کیجئے	عطاء و الطاف سے
غرقم بدریائے بدی	حرقم بنیران خودی
میں بھی برائی کے [illegible] غرق ہوں	خودی کی آگ میں جل رہا ہوں
یا ملتجائی خذ یدی	اخرج من امواج الہوا
اے میرے سہارا مجھے سہارا دیجئے	خواہشات نفسانی کی موجوں سے نکالیے
شیطاں نمودہ اشتلم	از راہ نیکی کردہ گم
شیطان نے مغلوب کر دیا ہے	اور نیکی کی راہ سے گمراہ کر دیا
از غفلتم نوشاندہ خم	کردست سرمست و خطا
غفلت سے مجھے پیالہ پلا دیا	خطا میں بدمست بنا دیا ہے۔
نفس ہست اندر سرکشی	در بخل و حرص زرکشی
نفس سرکشی میں ہے۔	بخل میں ہے، حرص میں ہے، زرکشی کے خیال میں ہے
دارد بغیر حق خوشی	دائم بدام ماسوائے
غیر اللہ کی جانب خوشی میں ہے	ہمیشہ ماسوائے کی پھانسی میں ہے
اے صاحب اے شاد من	در گوش کن فریاد من
اے میرے مرشد	میری فریاد سنیئے

بخواہ از ایشاں دادِ من	دردِ من را درماں نما
نفس و شیطان سے مجھے بچا	میرے درد کا علاج فرما
ہستم قصوری در لقب	سازم حضوری با ادب
میرا لقب قصوری ہے	ہمیشہ با ادب حضوری ہوں

از فیض شاہاں کے عجب
شاہوں کے فیض سے کچھ بعید ہے
بخشش بمسکین و گدا
جو کہ مسکین و گدا پر بخشش فرما دیں

استدلال بطرقِ جدید

(حدیث) اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ) زبان زدِ عوام ہے۔ بلکہ مخالفین اسے بطور فخر و ناز کے پڑھا کرتے ہیں۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے (عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِی اِسْرَائِیْلَ) یہ حدیث بھی عوام کو بعض علما فخر اُٹھایا کرتے ہیں اب دونوں حدیثوں کے معنی ذہن میں رکھ کر سابقہ پیغمبران بالخصوص بنی اسرائیل کے انبیاء علی نبینا و علیہم السلام کے کمالات و معجزات کا مطالعہ فرمایئے اور پھر علماء یعنے اولیاء کرام کے کمالات و کرامات کا اندازہ لگایئے۔ بالخصوص حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ ہر اولیاء امت مصطفےٰ علی صاحبہا وعلیہم السلام

کے سردار شہنشاہ ہیں اور دیگر کمالات و معجزات کی طرف نہ جائیے صرف حضرت حزقیل علیہ السلام جن کا دوسرا لقب ذوالکفل ہے (جسے فقیر ابھی بیان کر چکا ہے۔ اور معتبر تفاسیر سے اس کا اسناد بیان کیا ہے) کے قصہ کو سامنے رکھ کر غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کا مقابلہ کیجیے حرف بحرف ہو بہو ایک طرح کا واقعہ معلوم ہوتا ہے جس سے علماء (جسے ہم اولیاء سے تعبیر کرتے ہیں) کا مشاہدۃً و معاینۃً تصدیق ہوتی ہے میں حیران ہوں کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قادر قدیر کی قدرت کے مظہر سیدنا غوث اعظمؓ کی کرامت کے ماننے میں انہیں کونسی چیز مانع ہے۔ جبکہ ہم کئی بار کہہ چکے ہیں اور کہتے ہیں کہ ڈوبا ہوا بیڑا قادر قدیر نے باہر نکالا۔ یہ قدرت رب جلیل کی ہے اور دعا غوث پاک کی اللہ تعالیٰ کی قدرت اس سے بھی بہت زائد ہے۔ لیکن

؎ خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

سیدی مولانا رومؒ فرماتے ہیں

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر پاکاں در زند

علاوہ ازیں اس جیسی کرامات کا اشکال اسی ولی اللہ کے لیے سمجھا جائے۔ جس سے ایسے واقعات کبھی صادر نہ ہوئے ہوں۔ غوث پاک تو وہ ولی ہیں کہ جن سے ایسے کئی واقعات صادر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی

دی ہوئی قدرت و کرامت سے کئی مردہ[عہ] زندہ فرمائے اگر خوف طوالت (جو موجب ملالت ہے) نہ ہوتا تو بے شمار ایسی کرامتیں رسالہ ہذا میں درج کرتا مگر مشتے نمونہ خروارے چند کرامات معرض تحریر میں لاتا ہوں تاکہ منکر کو انکار کی گنجائش نہ ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اپنی مشہور کتاب مدارج النبوہ۔ مطبوعہ ہند ص ۲۴۱ ج ۱ اور ابن حجر ہیتمی کی مشہور کتاب فتاوی حدیثیہ ص ۲۵۱ مطبوعہ مصر اور مفتی[سہ] عنایت احمد رحمۃ اللہ علیہ مصنف علم الصیغہ (صرف کی معتبر کتاب ہے جو عرصہ سے تمام ہند و پاکستان کے مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ اور تاریخ حبیب الہ۔ جو کئی عرصہ ہمارے بہاولپور کے مدارس میں موجود ہے جو جامعہ عباسیہ کی شاخیں ہیں کے مصنف ہیں) اپنی معروف کتاب الکلام المبین ص ۴۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

حکایت :- ایک بڑھیا کے بیٹے کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت تھی اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کرتا ایک دن اس کی ماں نے

عہ جنہیں فقیر نے "کرامات غوث اعظم" میں درج کیے ہیں۔

سہ مفتی عنایت احمد مرحوم جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے وہ ہیرو ہیں جن پر آج آزادی پاکستان کو ناز ہے تفصیل حالات فقیر کی کتاب "تذکرہ علمائے سنت" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور یہ آپ کی نذر ہے آپ اسے باطنی تعلیم فرمائیے۔ آپ نے اسے ریاضت اور باطنی سبق میں مشغول فرمایا۔ اور بڑھیا اپنے بیٹے کو کبھی دیکھنے آتی تھی۔ ایک دن آئی تو دیکھا کہ وہ چنے چبا رہا ہے۔ اور بہت حقیر و ناتواں ہو گیا ہے۔ پھر وہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس گئی تو آپ مرغی کا گوشت کھا رہے تھے۔ اس نے عرض کی "حضور آپ تو مرغی کا گوشت کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو چنے کھلاتے ہیں۔ آپ نے مرغی کی ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا (تو مجی باذن اللہ الذی یحی العظام وھی رمیم) اٹھ کھڑی ہو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرتا ہے فوراً وہ مرغی زندہ ہو گئی اور آواز کرنے لگی۔ پھر آپ نے اس بڑھیا کو فرمایا کہ جب تیرا بیٹا ایسا ہو جائے تب وہ جو جی چاہے کھائے۔

(ف) غور ہو غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامت پر کہ مرغی کے اجزاء کیسے بکھرے ہوئے تھے مثلاً پہلے اسے ذبح کیا گیا اس کا خون زمین نے چوس لیا گیا پھر اس کا پوست ایسے ہی پھینک دیا جاتا ہے۔ اسے کتوں نے یا دیگر کسی جانور نے کھایا ہو گا۔ یا ویسے ہی پڑا ہو گا۔ پھر اس کی ہڈیاں زائدہ ایسے ہی کتوں کا شکار ہو گئی ہوں گی۔ اور غیر ضروری گوشت پھینک دیا جاتا ہے۔ جیسے

چیونٹیاں وغیرہ لے جاتی ہیں۔ پھر گوشت ہانڈی میں آکر پانی اور گھی اور نمک و مرچ مصالحہ میں حل ہوکر شوربا اور گوشت کی صورت اختیار فرمائی اسے کچھ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تناول بھی فرما چکے ہوں گے۔ اب بڑھیا کے صرف ایک لفظ کے کہنے سے بلا تاخیر مرغی کو قومی باذن اللہ فرما کر زندہ فرما دیا کہاں رہیں وہ منکرین کرامت غوث پاک جو بیڑے کے نکلنے سے اشکال پیش کرتے ہوئے منکر قدرتِ قادر ہوتے ہیں۔ ذرا اس مستند کرامت کو تعصب کی عینک اتار کر غور کریں

(۲) آپ ایک مجلس میں وعظ فرما رہے تھے تو ادھر سے چیل نے گذرتے ہوئے حاضرین پر بیٹ ڈالی۔ حضرت غوث اعظم نے ہوا کو حکم فرمایا کہ اس کا سر اتارے۔ اسی وقت حاضرین کے سامنے چیل نیچے گری جسے دیکھا گیا کہ چیل ایک طرف پڑی ہے اور دوسری طرف آپ وعظ سے فارغ ہوکر اس چیل کو ہاتھ میں لے کر دوسرا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا اور کہا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (قومی باذنِ اللہِ) آپ کے سامنے وہ

لہ مزید بحث فقیر کی کتاب ارشاد النبی فی تحقیق کرامۃ الولی میں ملاحظہ فرمائیں فقیر اویسی غفرلہ

زندہ ہو کر اُڑ گئی اور حاضرین اسے دیکھ رہے تھے (کذا فی فتاوی حدیثیہ للشیخ احمد شہاب الدین ابن الحجر المکی رحمہ اللہ تعالیٰ)

اس کے علاوہ بہت کرامتیں دربارہ احیا موتی پیش کی جا سکتی ہیں مگر بقدر ضرورت اتنا کافی ہے۔ اب اہل علم کی توجہ کے لئے ایک علمی عقیدہ درج کر کے رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ ہمارے سلف صالحین اہل سنت معظم الائمہ کا مسلک ہے کہ کرامت ولی اور معجزہ نبی ایک ہی شے ہے صرف فرق اتنا ہے کہ معجزہ دعویٰ نبوت مقترن ہے اور کرامت میں صرف خرق عادت ہو اور اس میں نبوت کا دعویٰ نہ ہو شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۵۸ میں فرماتے ہیں۔

فَالَّذِی عَلَیۡہِ مُعۡظَمُ الۡاَئِمَّۃِ اَنَّہٗ یَجُوۡزُ بُلُوۡغُہَا مَبۡلَغَ النُّبُوَّۃِ فِیۡ جِنۡسِہَا وَعِظَمِہَا ۔ اس کے بعد چند ائمہ کے مختلف آراء بیان کر کے پھر منکروں کی تردید فرماتے ہوئے فرمایا۔ اِنَّ الۡکَرَامَۃَ وَالۡمُعۡجِزَۃَ لَیۡسَ بَیۡنَہُمَا فَرۡقُ اِلَّا وُقُوۡعُ الۡمُعۡجِزَۃِ عَلٰی اَحَدٍ بِدَعۡوَی النُّبُوَّۃِ ۔ الۡکَرَامَۃُ دُوۡنَ اِدِّعَاءِ النُّبُوَّۃِ ابن حجر رحمہ اللہ ۔مذکورہ بالا مسلک کی توثیق فرماتے ہوئے نتیجہ نکالتے

لہ اللہ کے نام سے کہتا ہوں اے چل، اللہ کے حکم سے اُٹھ کھڑی ہو۔

ہیں۔ فَیَجُوْزُ اجتماعِھما فی ما عَدَای الھُدیٰ حتّٰی احیاء الموتیٰ۔ اس نتیجہ کے نکالنے کے بعد چند اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی حکایتیں درج فرمائے۔ اب منکرین ولایت محبوب ربانی رضؓ سے سوال کرتا ہوں کہ جب کرامت و معجزہ میں کوئی فرق نہیں تو پھر اب کس بات کا شبہ ہے کیا انبیاء علیہم السلام نے مُردے زندہ نہیں فرمائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ انا ابری الاکمہ والابرص واحیی الموتیٰ باذنِ اللہ پر ایمان ہے یا نہیں اور کیا انہوں نے سام ابن نوح کو کئی ہزار سال کے بعد زندہ نہیں فرما دیا تھا۔ تو کرامت سے جو کہ معجزہ کی ایک نظیر سے بارہ سال کے بعد مردہ زندہ فرمایا یا نہیں۔ جب عیسیٰ علیہ السلام نے بطور معجزہ کئی ہزار سال کے بعد مردہ کو زندہ فرمایا تو کرامت سے جوکہ معجزہ کی ایک نظیر ہے بارہ سال کے بعد [illegible] زندہ ہوئے تو آپ لوگوں کو کس بات کا خوف ہے۔ اور حضرت حزقیل علیہ السلام کا واقعہ تو آپ سُن چکے اس معجزہ [illegible] محبوب سبحانی [illegible] میں کونسا فرق ہے۔ اس واقعہ کو تمام مفسرین بلا نکیر نقل کر رہے ہیں۔ اور وہ اگرچہ اخبار ظنیہ ہی سہی تو مانتے ہوں گے تو [illegible] رحمۃ اللہ علیہ نے [illegible] کا کیا بگاڑا ہے کہ ان کی کرامت سے انکار ہی انکار ہے

اگر غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات سے اپنا تعلق صحیح کرلیں تو قسم با خدا عالم دنیا کے بڑے بڑے عباد اور زہاد آپ کی سعادت پہ رشک کریں گے ۔

واللہ الہادی وبیدہ الخیر وھو علی کل شیئ قدیر صلی اللہ تعالےٰ علیٰ حبیبہٖ سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین بحمدہ تعالیٰ وفضل حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الفقیر ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ربہٗ

مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

برادران اسلام ! یہ تھے ہمارے دلائل نفس مسئلہ پر اب اس کا اصلی واقعہ ملاحظہ ہو یعنی

بڑھیا کی سفینہ اور غوث اعظم کی کرامت کا واقعہ

"حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ ایک دن دریا کے کنارے ایک سرسبز مقام پر تسبیح و تحمید میں محو تھے کہ کچھ فاصلے سے

کسی عورت کے رونے کی دردناک آواز سے بے چین ہو گئے۔ اتنے
میں ایک خادم آپ کو تلاش کرتا ہوا وہاں آپہنچا حضرت نے اُسے دریافت
حال کے لئے اس طرف بھیجا جدھر سے آواز آرہی تھی۔ خادم نے دیکھا
کہ ایک ضعیف خاتون سراپا حزن و ملال بے اختیار روتی جارہی
ہے۔ خادم نے اس کا حال معلوم کیا اور واپس آکر آپ کی خدمت میں
عرض کیا کہ رونے والی بڑھیا کا اکلوتا بیٹا بارہ سال قبل اس دریا
کے دوسری جانب شادی کرانے گیا تھا جب وہ دلہن لے کر کشتی
پر واپس آرہا تھا تو براتیوں سمیت بیچ دریا میں ڈوب گیا۔ اس وقت سے
بڑھیا دریا کے کنارے آکر دیر تک محو گریہ زاری کرتی رہتی ہے۔
حضرت یہ واقعہ جانکاہ سن کر بہت مضطرب ہوئے دریائے شفقت
جوش میں آگیا خادم سے فرمایا بڑھیا کو تسلی دو۔ کہ اس کا مطلب ابھی پورا ہو
جائے گا۔ اسی وقت اس کا بیٹا مع دلہن اور براتیوں کے جس حالت
میں غرق ہوئے تھے۔ ظاہر ہوتے ہی بڑھیا خاموش ہو گئی اور جناب
غوث اعظم نے دست دعا جناب الٰہی میں اٹھائے۔ ناگاہ دریا نے
جوش مارا اور بارہ سال سے ڈوبی ہوئی کشتی اسی شان و شوکت
سے جیسے کہ دریا میں غرق ہوئی تھی ظاہر ہو گئی وہی دولہا وہی دلہن
وہی براتی وہی سامان وہی کشتی وہی کشتیاں سطح آب پر نمودار ہوئے

اور آہستہ آہستہ جہاں بڑھیا مجسمۂ حیرت و استعجاب بنے محو نظارہ تھی۔ کنارے آ لگی وہ بڑھیا سب کو ساتھ لے کر گھر پہنچی اور دھوم دھام سے خوشی منائی۔ شہر میں اس کرامت کا شور پڑ گیا اور کئی ہزار کافر اس دن مسلمان ہوئے۔ اس واقعہ کو مندرجہ ذیل کتب میں دیکھیے۔

۱۔ سلطان الاذکار فی مناقب غوث الابرار

۲۔ "خلاصۃ القادریہ" شیخ شہاب الدین

۳۔ سہروردی کتاب "غوث اعظم" مولانا برخوردار ملتانی محشی

۴۔ دُرّۃ الدرانی مولانا حیدر اللہ صاحب

۵۔ مولانا محی الدین قصوری دائم الحضوری

۶۔ "گلدستۂ کرامت" مفتی غلام محمد قریشی وغیرہ وغیرہ

وہ کہکر قُم باذنِ اللہ جلا دیتے تھے مُردوں کو
بہت مشہور ہے اَحْیَاءِ مَوْتیٰ غوث اعظم کا

ہلکا

ہر دور میں اس واقعہ کو مختلف زبانوں کی منظوم و منثور طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے یہ بھی واقعہ کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ لیکن بحمدہٖ تعالیٰ

آج کے دور میں بھی اس واقعہ کی عینی شہادت ہیں دستیاب ہوئی ہے
اگر کوئی صاحب اس کی تصدیق کر کے اطمینان قلبی حاصل کرنا چاہتا ہے
تو مقام ذیل پر پہنچکر تصدیق کر سکتا ہے۔ ایک بزرگ سفینۂ
غوث اعظم کا مشاہدہ کر کے حلفیہ بیان کرتے
ہیں۔ بعض لوگ سفینۂ غوث اعظم کا انکار کرتے ہیں اور آپ نے
بفضلہ تعالیٰ جو بارہ سال کے بعد بیڑا پار کیا تھا۔ اس کرامت کا
انکار کیا جاتا ہے اور طرح طرح سے مذاق اڑایا جاتا ہے۔ میں
اپنے خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر سچ سچ عرض کرتا ہوں کہ
بغداد شریف سے تیس میل کے فاصلہ پر دریائے دجلہ کے
کنارہ پر ایک مختصر سی بستی ہے جس کا نام "زیارتِ سفینہ"
ہے۔ بغداد شریف سے بستی سفینہ کو سڑک جاتی ہے۔ لاریاں
عام چلتی ہیں۔ اور ہر لاری والا آواز دیتا ہے۔ "زیارت سفینہ
غوثِ اعظم" جیسے لاہور میں تانگہ والے "داتا دربار" کی صدا دیتے
ہیں۔ میں نے تمام عرب کے علاقوں کا تفصیل سے دورہ کیا
اور ہر ایک زیارت کی تفصیل معلوم کی۔ میں سفینۂ غوث اعظم کی
زیارت کے لئے پہنچا اور سفینہ مبارکہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔
ایک جنگلہ ہے اور اوپر ٹین کا چھپر ہے اس میں وہ سفینہ مبارک

محفوظ ہے۔ خدام حضور غوث اعظم کی کرامت بیان فرماتے ہیں
کہ یہ وہی بیڑی ہے جو خدا کے حکم سے بارہ سال کے بعد آپ نے
باہر نکالی تھی۔ اور مائی صاحبہ کا لڑکا برات اور دلہن کے ساتھ
دریا سے زندہ باہر نکل آیا تھا (راقم الحروف)
حاجی بہادر علی امام مسجد کاہنہ تحصیل قصور ضلع لاہور۔
رضائے مصطفےٰ ۔ گوجرانوالہ ص۱۶ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ

عجوبہ

شکرانہ میں غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد گیارہویں
کا آغاز اسی بڑھیا نے کیا جس کی بارات غرق ہو کر عرصہ کے بعد بدعا
غوث الثقلین برآمد ہوئی (کذا فی کتاب
غوث اعظم ص۲۷۶ از مولانا برخوردار۔ ملتانی محشی ۔ نبراس شرح
شرح عقائد مصنف کتب کثیرہ)

لیکن

اسی روایت کے مطابق گیارہویں کی جاتی ہے۔ ضروری نہیں
بلکہ اس کے اور وجوہ ہیں جسے ہم نے گیارہویں میں تفصیل سے لکھا
ہے۔ وہ رسالہ گیارہویں اسی مجموعہ میں ہے۔

چشم دید گواہی: چوں کہ یہ واقعہ عراق میں ہوا ایک صاحب
وہاں پہونچے اور خود آنکھوں سے دیکھ کر اپنی بد مذہبی سے تائب ہوا:
عراق کے شہر دھوک سے کچھ دور ایک پہاڑی کے قریب
ڈیم بنانے کے لیے مشینوں سے پہاڑی گرا رہے تھے۔ جونہی پہاڑی
کے ایک حصہ کا ملبہ ہٹا اس کے نیچے تین نعشیں نظر آئیں پہلے
تو ہم سب ڈر کر بھاگ گئے پھر دل مضبوط کر کے آگے
بڑھے دیکھا کہ تین پرانے وقت اور لمبے قد کی لاشیں ہیں اور
بالکل صحیح حالت میں ہیں۔ ہم نے ان کے اوپر سے مٹی وغیرہ ہٹا
دی۔ موٹے کھدر کے ہاتھ سے سلے ہوئے کپڑے، کندھوں تک
قمیص اور ٹخنوں تک تہبند۔ ہم نے عراقی افسروں سے رابطہ قا
کیا تھوڑی ہی دیر بعد عراقی صدر صدام حسین بھی وہاں تشریف
لے آئے۔ انہوں نے خود لاشوں کا معائنہ کیا۔ لاشوں کا کپڑا تک
خراب نہیں ہوا تھا۔ صدر صاحب نے حکم دیا کہ یہ اللہ کے پیارے
بندے معلوم ہوتے ہیں انہیں غسل وکفن دے کر نماز جنازہ پڑھ
اور نئے مزار بنا کر دفن کر دو۔ تیس چالیس آدمیوں نے جن میں میں
بھی شامل تھا مل کر انہیں نہلایا لاشوں کے بال سیاہ نرم اور ملا
تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ابھی فوت ہوئے ہیں جنازہ کے بعد تین

خوب صورت مزارات میں انہیں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ صدر صدام حسین خود بھی جنازہ میں شامل ہوئے۔ اس موقع پر ہزاروں افراد موجود تھے۔ اس واقعہ کے بعد میں اور میرے کئی ساتھی جو متذبذب تھے تائب ہو کر سُنّی بریلوی بن گئے ہیں۔ حضرتِ غوثِ اعظم کے مزار پر بھی حاضر ہوئے ہیں اور اس حاضری میں بڑا سرور آیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے روضے مبارک پر بھی گئے ہیں۔ ہم نے وہ کشتی بھی دیکھی ہے جس کے لئے پیر صاحب نے دعا کی تھی اور وہ بارہ برس بعد برات سمیت ظاہر ہوئی تھی۔ عراق کی سب مسجدوں میں صلوٰۃ و سلام پڑھے جاتے ہیں اور اب ہم بھی اس کے قائل ہو گئے ہیں اور ہمارے ساتھی بھی مکمل بریلوی ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین:

(رانا محمد یامین۔ فورمین انڈسٹریل کمپنی۔ بغداد (عراق) رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ ص ۲۵)

تبصرہ اویسی: دورِ حاضر میں کسی بھی مقام پر پہنچنا مشکل نہیں رہا۔ حق کے متلاشی سے اپیل ہے کہ حضور محبوبِ سبحانی (رضی اللہ عنہ) کی کرامت کے انکار کے بجائے موقع پر پہنچیں۔ اگر

بات سچی نکلے تو توبہ کیجیئے اگر اقرار ہے تو ایمان تازہ کیجیئے۔(وما
الاالبلاغ)

ہندو کے تاثرات : ایک ہندو نے کراماتِ غوثیہ
ایک کتاب بنام "تحفہ غوثیہ لکھی جو مطبع نامی گرامی منشی فخرال
لاہور میں چھپی تھی اس پر ذیل کی عبارت مکتوب تھی۔

"تحفۂ غوثیہ

یعنے مدح وکرامات حضرت پیرانِ پیر محبوبِ سبحانی
معشوقِ یزدانی شہبازِ لامکانی شیخ محی الدین ابو محمد
عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ۔

مصنفہ

فقیرِ حقیر پُرتقصیر بندۂ ایزد متعال احقر دیوی دیال
انجن ڈرائیور سکنہ ہریہ ملازم انجن گدام لاہور"

ہندو نے اپنی تصنیفِ مذکورہ صہ پر لکھا ہے کہ :
"ذکر ہے ایک بڑھیا کا بیٹا بمعہ عورت آیتی اور برات
وغیرہ کے کشتی میں سوار تھا۔ وہی کشتی گرداب میں
آکر ڈوب گئی۔ تو اس بڑھیا نے بارہ سال تک نہایت
گریہ وزاری کی۔ لیکن اوسکی مراد حاصل نہوئی۔ آخر

پیرانِ پیر غوث الثقلین کی خدمت شریف میں جا کر روئی حضرت پیر کو اوسکی زاری پر رحم آیا آپنے دُعا فرمائی تو وہی کشتی بارہ سال کے بعد صحیح وسلامت بدُعاء غوث اعظم دریا سے باہر آئی"۔

تبصرہ اویسی: اِسی لئے ہم کہتے ہیں اللہ والوں کا انکار ہندوؤں کو بھی نہیں بلکہ وہ ان کی کرامات کے اقراری ہیں لیکن افسوس اس بد قسمت پر ہے جو اپنے نبی علیہ السلام کے ولی کامل کی صحیح اور سچی کرامت کا منکر ہے۔ یاد رہے کہ دورِ سابق میں معتزلہ فرقہ نے ایسا کیا اب وہابی دیوبندی منکر ہیں اِسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ صاحبان وہی پرانے شکاری ہیں لیکن لئے پھرتے ہیں جال نئے نئے۔

فصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین ھذا آخر ما رقمہ قلم

الفقیر القادری محمد فیض احمد اویسی

رضوی غفرلہٗ بہاولپور (پاکستان) ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ

بروز سوموار مبارک

رسالہ نمبر ۲ ۔ غوثِ اعظم پر اعتراضات کے جوابات

بِسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد

سیدنا و مولانا ۔ ماوانا و ملجانا ۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مشہور کرامت "بڑھیا کا بیڑا" پر جو کچھ فقیر نے لکھا، تاحال تردید کسی صاحب نے نہیں لکھی اب ارادہ ہوا کہ اس رسالہ میں مزید وہ بحثیں بھی لائی جائیں جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ پر منکرین اعتراضات کے طور پر پیش کرتے ہیں اسے مستقل رسائل بنا کر اسی پہلے رسالے کا نام

"اماطۃ الاذی عن غوث الوری"

تجویز کرتا ہوں ۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ط

بحث اوّل در سیادت

آپ کو انگریز ایرانی النسل اور شیعہ سرے سے سید نہیں مانتے ۔ انگریز کے سوال کا جواب مندرج ذیل عبارت سے پڑھئے اور شیعہ کی عبارات اور اس کے جوابات آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں ۔ یہ غلط خیال ہے کہ آپ ایرانی النسل تھے ۔ نہ ہی اس دعویٰ کے لئے کوئی سند پیش کی جا سکتی ہے اگر

آپ عربی النسل نہ ہوتے تو آپ کے معاصرین خصوصاً وہ علماء جو آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے تھے۔ مثلاً مفتی عراق ابوبکر عبداللہ بن نصر بن حمزہ البکری البغدادی اپنی کتاب "انوار الناظر" میں جو حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کی سیرت سے متعلق ہے، اس کا تذکرہ ضرور کرتے۔ ایرانی حبشی زنجی (نیگرو) یا ترک نسبت کو نہ اس زمانے میں مسلمان پست تصور کرتے تھے اور نہ قرون وسطی کے کسی دور میں کیونکہ "نیچ ذات" خالص ہندوانہ تصور حیات ہے مفروضات کی دنیا وسیع ہے بلکہ بعض اوقات گھناؤنی بھی نظر آتی ہے اور شیعہ کا خیال ہے کہ شیخ سید نہ تھا۔ ملاحظہ ہو (کلید مناظرہ صہ ۴۱۴)

(جواب) یہ صرف شیعوں کی متعصبانہ چال ہے۔ وہ صرف اس لئے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے شیعہ عقائد کی بھرپور تردید فرمائی ہے۔ ان کا قاعدہ ہے کہ جو ان کے نظریات کا مخالف ہو اسے سب دشتم اور الزام تراشی وبہتان بازی سے نوازتے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے ائمہ زادوں کو معاف نہیں فرمایا مثلاً حضرت زید بن علی (زین العابدین) بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ یعنی حضرت حسین کے پوتے اور حضرت زین العابدین کے صاحبزادے کو کافر کہتے ہیں حالانکہ وہ عالم اور متقی اور پرہیزگار تھے۔ مروانیوں کے ہاتھ شہید ہوئے اور ان کے صاحبزادے حضرت یحیٰ بن زید کے بھی دشمن ہیں اور ایسے ہی ابراہیم بن موسیٰ کاظم اور حضرت جعفر

جعفر بن علی یعنی حضرت امام حسن عسکری کے بھائی کو بھی کذاب کہا، پھر حسن بن مثنیٰ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ محض اور ان کے بیٹے حضرت محمد ملقب بہ نفس زکیہ کو کافر و مرتد لکھتے ہیں اور ابراہیم بن عبد اللہ اور زکریا بن محمد باقر اور محمد بن عبد اللہ بن حسین بن حسن اور محمد بن قاسم بن حسن اور یحییٰ بن عمر جو کہ حضرت زید بن امام زین العابدین کے پوتوں سے ہیں ان سب کو کافر و مرتد کہتے ہیں اسی طرح تمام سادات حسینیہ و حسنیہ جو حضرت زید بن علی امام زین العابدین کی امامت اور بزرگی کے قائل ہیں سب کو گمراہ جانتے ہیں تفصیل اور حوالہ جات فقیر کی کتاب "آئینہ شیعہ مذہب" میں ملاحظہ ہو۔

بنابریں اگر وہ غوث جیلانی محبوب سبحانی قطب ربانی رضی اللہ عنہ کو گالیں دیں اور بت پرست اور یہودیوں کا چودھری[1]، لکھیں تو مجبور ہیں۔ ورنہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نسب مبارک کو تاریخ نے سورج سے زیادہ واضح کیا ہے۔

دلائل از کتب شیعہ

(۱) شیخ احمد بن محمود اکبر آبادی نے "تذکرۃ السادات[2]" میں لکھا ہے کہ سلسلہ انساب پدری حضرت قطب ربانی بحر المعانی شیخ الجن والانس

---

[1] کلید مناظرہ [2] یہ کتاب بفرمان سلطان بن سلطان شاہ عالم بہادر شاہ غازی فرزند سلطان اورنگ زیب جو شیعہ مذہب رکھتا تھا، دیکھو ... نمبر ۵۲ پر۔

شیخ عبدالقادر الجیلانی بموسیٰ جون بن عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن امام حسن علیہ السلام منتہی می شود کتاب مذکور عبارت مسطورہ بالا لکھ کر منکرین کو یعنی شیعوں کو یوں سمجھاتے ہیں کہ "ہر کہ طعن برایشاں دارد از روئے عقائد دارد نہ از روئے نسب و اگر طعن از روئے نسب باشد لاحاصل است چرا کہ در تواریخ نسابان ماضیہ سیادت ایشاں ثابت است۔ یعنی جو کوئی مذہب شیعہ میں ان پر طعن کرتا ہے تو بوجہ ان کے مذہب (سنی) کے ورنہ آپ کے نسب پر کسی کو طعن کرنے کی گنجائش ہی نہیں اگر کوئی کرے بھی تو بے وقوفی ہے اس لیے کہ سابق دور میں جتنا نسب بیان کرنے والے محققین ہیں سب کے نزدیک آپ کی سیادت مسلم ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ "سید قطب الدین حسنی حسینی عمزاد حضرت غوث الثقلین است۔

(۲) مرتضیٰ اشیعی نے "بحر الانساب" میں لکھا ہے کہ سید عبدالقادر جیلانی منسوب است بعبداللہ بن یحییٰ بن محمد رومی بن داود الامیر الکبیر بن موسیٰ ثانی الخ یاد رہے کہ یہ موسیٰ حضرت حسن مثنیٰ کے پڑپوتے ہیں

(۳)۔ روضۃ الشہداء میں بھی اسی طرح لکھا ہے کہ قطب الاقطاب سیدی

سادات کرام صحیح النسب کے بیان میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اور نہایت دقت نظر سے اعلیٰ درجہ کی جانچ پڑتال کے بعد تیار ہو کر عالم آمد کے لیے ... کی گئی ۱۲ برخوردار مطبوعہ بمبئی ... بعد کے ماتیل ... مؤلف کی شان میں یوں لکھا ہے ... قبلہ و کعبہ حبیب الطرفین مرتضیٰ ... قدس سرہ ... بن بدہ علی المرتضیٰ علیہ الاف التحیۃ والثناء ۱۲

محی الدین عبد القادر قدس سرہٗ منسوب است بعبد اللہ بن محیٰی

اہل سنت کی کتب سے

ان کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ چند ایک مشاہیر کے اسماء درج ذیل ہیں۔
عارف جامی نفحات الانفس میں، ملا علی قاری نے نزہتہ الخاطر میں علامہ علاؤ الدین نے تحفتہ الابرار میں، علامہ اربلی نے تفریح الخاطر میں سلالتہ الافاضل علامہ سید محمد مکی نے سیف ربانی میں علامہ شیخ سراج الدین شافعی نے در الجواہر علامہ سید مومن نے نور الابصار میں وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ) فی غیرہا لایعلم عددہم الا اللہ ورسولہ الاعلیٰ (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم)
فقیر صرف علامہ شہیر فہامہ بے نظیر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی عبارت پیش کر کے بحث کو ختم کرتا ہے۔

"الشیخ السید عبد القادر الجیلانی سید شریف الطرفین صحیح النسبتین من الابوین الامام الحسنین الحسن و الحسین بحسب الابتداء الذی علیہ الانتہاء متواتر صحیح ثابت ظاہر کظہور الشمس فی اربعۃ النہار لایقبل الجمجمۃ والنزاع کما علیہ الاجماع رغماً للمبتدعۃ الرافضۃ اہل الزیغ والنفاق والشقاق حفظنا اللہ

وَالْمُسْلِمِیْنَ مِنْ کَیْنِ الْحَاسِدِیْنَ الضَّالِّیْنَ الْمُضِلِّیْنَ یَحْسُدُوْنَ
النَّاسَ عَلٰی مَا اٰتَاهُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ
فَلَا حَاجَۃَ لِاِقَامَۃِ الدَّلِیْلِ عَلٰی هٰذَا النَّسَبِ الشَّرِیْفِ الْوَاضِحِ
الْبُرْهَانِ الْمَشْهُوْرِ بِکُلِّ مَکَانٍ کَمَا قَالَ الشَّاعِرُ ؎

فَلَا یَصِحُّ فِی الْاَذْهَانِ شَیْئٌ   اِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ اِلٰی دَلِیْلٍ

(نزهۃ الخاطر)

اسی طرح حجۃ ابیضاء میں لکھا ہے کہ الشیخ محی الدین ابو محمد سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ نسبہ الشریف من جانب الام الی الامام الہمام سیدنا الامام حسین ثبتت بروایۃ المعتدات من المعتبرات الثقات العلماء المحدثین والمورخین والفقہاء الکاملین العاملین رحمہم اللہ تعالیٰ

(ف) ہم نے اختصار کے پیش نظر ان دو عبارتوں اور چند کتابوں کے اسماء پر اکتفا کیا ہے ورنہ سینکڑوں سے تعداد آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ چونکہ وہ طویل لاطائل اور امر لاحاصل ہے اسی لئے ترک کر دیا۔ منصف مزاج کے لئے اتنا کافی۔ اور ضدی ہٹ دھرم کے لئے دفاتر بھی ناکافی۔

ماں کی طرف سے نسب شریف یوں ہے،

السید الشیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر ابن السیدۃ ام الخیر امۃ الجبار فاطمۃ بنت السید عبد اللہ الصومعی الزاہدین السید کمال الدین عیسیٰ ابن السید

۱

الامام علاؤالدین محمد الجواد ابن الامام علی الرضا، ابن الامام موسیٰ الکاظم بن الامام جعفر الصادق بن الامام محمد بن الباقر بن الامام زین العابدین ابن الامام الہمام سید الشہداء ابی عبداللہ الحسین ابن سیدنا امیرالمومنین علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

ان قوی دلائل کے بعد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی مدنظر ضروری ہے جبکہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لا یجتمع امتی علی الضلالۃ میری امت کا گمراہی پر اجتماع نہیں ہو سکتا اور فرمایا "ید اللہ علی الجماعۃ" جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے یعنی حق جماعت کے ساتھ ہوتا ہے اور ہم نے مضمون سابق میں نہ صرف اہلسنت وجماعت کی تصریحات پیش کی ہیں بلکہ اہل تشیع کے بہت بڑے بڑے مجتہدین اور آقاؤں کی غلط فہموں کی تردیدی عبارات میں پیش کی ہیں۔ اس کے باوجود پھر بھی کوئی ضد کرتا ہے تو اسے بھی حضور علیہ السلام کے مندرج ذیل ارشادات غور سے پڑھنے چاہئیں "من شذ شذ فی النار" (ابن ماجہ) جو جماعت سے ہٹ کر اپنی رائے پر ڈٹا رہے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ اور فرمایا

من فارق الجماعۃ قدر شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ (احمد، ابوداؤد) جو بھی جماعت سے ایک بالشت بھر علیحدہ ہوتا ہے تو وہ سمجھے کہ وہ اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال رہا ہے۔

ان تمام تر دلائل سے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سید ہونے کا منکر ہے تو ان کی سیادت میں کسی قسم کی کمی نہیں آئیگی البتہ منکر کی بد قسمتی کا ثبوت ہو گا۔ اور نقصان ہو گا، تو اسی کا۔ اس لئے کہ سورج پر تھوکنے سے تھوک اپنے منہ پر پڑتی ہے۔

تتمۂ بحث النسب

یاد رہے کہ نہ صرف موجودہ شیعہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نسب شریف کے منکر ہیں بلکہ ایک مدت سے یہ تحریک جاری ہے سب سے پہلے "عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب" کے مصنف نے یہ حرکت کی اور اس کا مصنف زیدی شیعہ تھا۔ چنانچہ حج الکرامہ صفحہ ۲۳۱ میں لکھا ہے۔ "صاحب کتاب عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب" کہ نیز او از علمائے زیدیہ است"، پھر اس وقت سے نہ صرف اہلسنت نے تردیدیں کیں بلکہ علمائے شیعہ بھی اس کی تردید میں کمربستہ ہوئے جن کے چند حوالہ جات فقیر نے اوپر لکھ دیئے۔

بھڑکانے کا موجب

اصلی غرض تو ان کی وہی ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ شیعہ رافضی مذہب کے رد میں کمربستہ رہے اسی لئے ان کی شخصیت کو ان کا گھٹانا ضروری ہوا پھر انہیں عوام کو غلطی میں ڈالنے

کا موقعہ مل گیا کہ حضرت غوث اعظم کے لقب میں عموماً "الشیخ" لکھا جاتا ہے شیعہ نے کہا کہ حضور غوث اعظم سیّد نہ تھے ورنہ انہیں شیخ کیوں لکھا اور کہا جاتا ہے۔ اگرچہ ان کے مذہبی پیشواؤں نے دلائل سے سمجھایا کہ حضور غوث اعظم یقیناً سید تھے منجملہ ان کے ایک دلیل یہ بھی دی کہ "سیّد قطب الدین حسنی حسینی" ہیں اور وہ حضرت غوث الثقلین کے چچیرے بھائی ہیں[1] سید قطب الدین کے لقب میں بھی شیخ مذکور ہے اور اس کی ایک تاریخی دستاویز کتاب شیعہ بحر الانساب صـ۲۴ سے لیجئے[2]۔ مصنف بحر الانساب بعض اولاد حسن یعنی سیاہ انگیز چچیرے برادر سیدنا الغوث الاعظم کے حالات بیان کرتے ہوئے لفظ "شیخ" پر تنبہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "سیاہ انگیز بن ابراہیم بن زید بن امام حسن از بغداد روئے بولایت دار المرز جیلان نہاد و مدتے روزگار در شعب جبال بسر برد و ویرا سیاہ انگیز می گفتند از جہت آنکہ با ہشام بن عبد الملک بن مروان بسیار مجادلہ نمودہ بود آخر الامر بدار المرز جیلان موضع کوہ پایہ وطن ساخت و ذریات وے بسیار شد تا زمان خلفاء بنی عباس واں ملعون حکم کردہ بود کہ سید صحیح النسب را بکشند چوں خلفائے بنی عباسی بکوہ پایہ نازندران بموضع اشتاق رسیدند سیداں را از جرو سیاست می کردند کہ اینہا

[1] تذکرہ السادات ۱۲ اس کتاب کا تعارف گذشتہ اوراق میں دیکھئے

[2] اس کتاب کا تعارف بھی پہلے گذر چکا ہے۔ ۱۲ ا۔ یس غفرلہ

کہ در استاچ می باشند شیخ اند سید نیستند چوں آں منافقین ایں سخنان شنیدند دست از کشتن سادات باز داشتند واز آں زماں القاب ایشاں شیخ مذکور است وسیادت شان مخفی بماند۔

ترجمہ :۔ سیاہ انگیز ابن ابراہیم بن زید بن امام حسن بغداد سے پہاڑوں میں چھپ گئے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہشام بن عبد الملک سے انہوں نے جنگ کی لیکن بوجہ کمی کے پہاڑوں میں وطن بنالیا آپکی اولاد بہت ہوئی اس بدبخت خلیفہ نے حکم جاری کیا کہ ہر سید صحیح النسب کو قتل کر کے انکی بنیاد بھی ختم کر دی جائے انہوں نے تلاش کر کے ان حضرات کو پالیا لیکن وہاں کے باشیوں نے ان کی جان بچانے کے لئے قسم کھائی کہ یہ لوگ شیخ ہیں اس وجہ سے اس وقت سے ان کا نام شیخ مشہور ہوگیا اس روایت سے شیعوں کا وہ اعتراض بھی دفع ہوگیا جو لکھا کہ جنگی دوست عجمی ہے۔ کلید مناظرہ صفحہ ۲۱۵۔ اس سے اس کا مقصد یہی ہے کہ حضور غوث اعظم کے والد ایک عجمی تھے اسی لئے سید نہیں (لاحول ولا قوۃ) کیا عجمیت سیادت کو حائل ہے کیا جنگی دوست کے لفظ سے سیادت کی نفی ہوتی ہے تو پھر اس طرح سیاہ انگیز کے لفظ سے بھی ان کے چچیرے بھائی سے سیادت کی نفی کرنی چاہیئے حالانکہ وہ غلط ہے جس طرح وہ غلط ہے تو یہ بھی غلط۔

(شیخ کہلوانے کی دوسری وجہ)

اصطلاح صوفیا میں شیخ و نائب و وارث نبوت کو کہا جاتا ہے اور حضور غوث اعظم سے بڑھ کر کون وارث و نائب نبوت ہو سکتا ہے۔
بہرحال شیعہ اپنی اندرونی بیماری سے غلط بیانی کرتے ہیں ورنہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نسب شریف اظہر من الشمس والامس ہے فقط

بحث ثانی در کرامت ۱

ہم اہلسنت کرامات غوث اعظم (رضی اللہ عنہ) میں بیان کرتے ہیں کہ شب معراج جب براق نے یہ بشارت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی کہ یوم قیامت بھی مرکوب نبوی وہی ہوگا تو براق اس فرحت و سرور سے اتنا بلند ہو گیا کہ جس کی اونچائی ۴۰ ذراع بتلائی گئی ہے اس وقت حضور غوث صمدانی کی روح نے بحکم خدا حاضر ہو کر عرض کی کہ یا سیدی اپنا قدم مبارک میرے شانہ پر رکھ کر سوار ہو لیجئے۔ حضور فداہ ابی و امی نے اپنا قدم حضور غوث اعظم کی گردن پر رکھا اور فرمایا تیرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہوگا۔ اس طرح یہ نعمت عظمیٰ اور مرتبۂ علیا حضور غوث اعظم کو حاصل ہوا۔ اس قدم مبارک کا اثر آپ کے شانہ شریف پر پایا گیا۔

تقریر اعتراض

دیوبندیوں کو عموماً اور غیر مقلدین کو خصوصاً اس کرامت سے اس لئے

---

۱ بحر السرائر بحوالہ غوث الاعظم ص ۲۲۴/۲۳۱ مؤلفہ

انکار ہے کہ عالم ارواح سرے سے کوئی عالم نہیں یہ ایک خیالی بات ہے
دوسرے اگر ہو بھی تو روح جسم کے داخلہ سے پہلے بے خبر اور لاشعور سی ہوتی
ہے۔ اسی بنا پر غوث اعظم کی روح کو کیا خبر تھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
معراج پر تشریف لا رہے ہیں۔

تیسرے یہ اگر مان لیا جائے کہ روح کچھ کام کرتی ہے۔ تو انبیاء علیہم السلام
کے لئے تو مانا جاتا ہے لیکن عام انسانوں کی ارواح کیسے اور پھر ابھی ان
کی تخلیق بھی نہ ہوئی تو قبل از وقت یہ کام کیسا۔

چوتھے اگر واقعہ مان لیا جائے تو اس طرح سے حضور علیہ السلام کی
تحقیر ہوتی ہے۔ کہ آپ نے ایک امتی سے استعانت فرمائی۔ اولاً سرے
سے استعانت شرک ہے۔ دوسرے یہ کہ نبی علیہ السلام کو کیا ضرورت ہے کہ
وہ اپنے امتی سے امداد چاہے۔

الجوابات

(۱) عالم ارواح کے وجود کا انکار سورج کے انکار سے بھی زیادہ احمقانہ
حرکت ہے اس لئے کہ قرآن مجید و احادیث مبارکہ میں اس کے متعلق تصریحات
موجود ہیں۔ "الست بربکم قالوا بلیٰ" کا ارشاد گرامی اسی عالم ارواح
کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا میثاق اور بنی اسرائیل کا
عہد و پیمان وغیرہ وغیرہ طویل مضامین آیات قرآنیہ میں ہیں اور احادیث کے

مضامین تو ان گنت ہیں ہم نے اس مضمون کو اپنی تفسیر میں تفصیل سے لکھا ہے
(۲) اس کا جواب اوپر مذکور ہوا کہ عالم ارواح میں روحیں لاشعور نہیں تھیں اور نہ ہی بے خبر ورنہ "الست بربکم" کے سوال کا فہم کیسا پھر اس کے جواب میں "بلیٰ" کہنا کیوں۔ بلکہ ہر طرح کا شعور اور علم وسمع وبصر تھی صرف انکار اس لیئے ہے کہ اس عالم کی باتیں ذہن سے اتر گئیں، ورنہ حقیقت شناس ارواح تو یوں کہتی ہیں کہ ؎

کُن فیکون تاں کل دی گل اے اساں پہلے پریت لگائی[1]

اجاں وی اسانوں آپے ڈسدے او ہے بیلے بوٹے کاہیں

اس کی مثال یوں سمجھیئے کہ کل قیامت میں کفار اس دنیا میں اپنے کرتوتوں کا انکار کریں گے لیکن بحمدہٖ تعالیٰ اہل ایمان پر اپنی زندگی کا ماحول آنکھوں کے سامنے ہوگا بعینہٖ یہی بات عالم ارواح کی ہے کہ وہ دور اہل اللہ کو تا حال آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے لیکن ہمارے جیسوں کو کچھ بھی یاد نہیں۔ دوسری مثال ماں کے پیٹ میں رہنے کے بعد شیر خوارگی بچپن کی زندگی وغیرہ وغیرہ ان احوال میں حالات واقع ہوئے ہم نے آنکھوں سے دیکھے کانوں سے سنا۔ لیکن یاد ایک بھی نہیں

---

[1] یہ اشعار حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ گولڑوی کے ہیں (اویسی غفرلہٗ)

عقلی دلیل

اب ہم جس آنکھ کو بینا اور کان کو شنوا اور زبان کو گویا مانتے ہیں یہ بھی غور طلب مسئلہ ہے کہ آنکھ اور کان اور زبان کا یہ کارنامہ اپنا نہیں بلکہ روح کا تصرف ہے اگر روح نہ ہو نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ کان سن سکتا ہے اور نہ زبان بول سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مردہ انسان یا حیوان میں تمام اعضاء موجود ہونے کے باوجود نہ بولتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے اس لئے کہ وہ جسم بے جان ہے (اگرچہ اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق وہ سنتا بھی ہے، دیکھتا ہے وغیرہ وغیرہ لیکن بالفعل تو اس سے یہ امور مفقود ہیں نہ بالقوۃ مخالفین کو اتنا تو یقین ہو گیا کہ جب اب جسمانی کارخانہ روح کی طاقت کا محتاج ہے تو ثابت ہوا کہ حقیقی شعور۔ سمع۔ بصر۔ نطق روح کا ہے۔ جب عالم اجسام میں حقیقۃً وہی ان جملہ امور سے موصوف ہے تو پھر عالم ارواح میں ماننے سے انکار کیوں۔

پھر مرنے کے بعد بھی یہی کیفیت ہے کہ جسم میں جس جوہر سے نطق، سمع بصر وغیرہ حاصل تھا۔ اب جسم سے خارج ہونے کے بعد اس کے لئے وہابیہ دیوبندیہ کو انکار کیوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ ارواح کو عالم ارواح میں ہر طرح کا شعور۔ سمع۔ بصر۔ نطق وغیرہا حاصل تھا۔

(۳) عالم ارواح کا شعور مذکور عام ہے وہ انبیاء علیہم السلام کا ہو یا اولیاء کرام کا یا دوسرے عوام کا فرق کرنے کا کیا مطلب اور پھر انبیاء علیہم السلام کی ملاقات اور نماز اور مسجد اقصیٰ کی اقتداء اور حضور علیہ السلام سے باہمی گفتگو جس طرح انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے عوام ارواح کے متعلق بھی ثابت ہے کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی رأیت رجالا من امتی فی لیلۃ المعراج الخ بیشک میں نے شب معراج اپنی امت کے بہت سے لوگوں کو دیکھا اس کی مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب معراج میں ملاحظہ ہو۔ اور قبل از وقت تحقیق کا سوال احمقانہ ہے اس لئے کہ ارواح اجسام سے ہزاروں سال پہلے پیدا ہوئیں چنانچہ چند دلائل جواب اول میں اشارۃً گذرے مزید تفصیل فقیر نے تفسیر اویسی میں لکھ دی ہے۔

(۴) شب معراج حضور علیہ السلام کے لئے یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ بیت المقدس اور پھر وہاں سے لامکاں تک جاتے ہوئے سواریوں کے محتاج رہے تو یہ حماقت بلکہ ضلالت ہے۔ ورنہ سب جانتے ہیں کہ معراج پہ تشریف لے جانے میں حضور علیہ السلام سواریوں کے محتاج نہ تھے بلکہ جبریل علیہ السلام سے لے کر عرش معلیٰ تک جو بھی شب معراج حضور علیہ السلام کی خدمت کے لئے حاضر ہوا وہ اسکی اپنی سرفرازی اور سعادتمندی کے لئے تھا نہ یہ کہ حضور علیہ السلام کو اس کی ضرورت تھی۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ شب معراج تمام علوی کائنات ،

کروبیون قدوسیوں عرش اور عرشیوں سمیت کو حضور علیہ السلام کی زیارت سے معراج ہوئی اور حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی سرشاری سے معراج پایا۔ اس کی مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب المعراج میں دیکھیے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کی ضرورت کے لیے نہیں بلکہ حاضر ہونے والوں کی سعادت کے لئے یا پھر ان میں اسرار و رموز مخفیہ تھے۔ لا یعلمہا الا اللہ و رسولہ الاعظم

جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم

منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ علویوں کو ظاہر کرنا تھا کہ جنہیں تم اتجعل فیہا من یفسد فیہا و یسفک الدماء کا طعنہ دیتے تھے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ اب ان کی پرواز کو دیکھو۔ جیسے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جبریل علیہ السلام سے پہلے بہشت میں موجود دکھایا گیا تاکہ جبریل علیہ السلام اور ان کی ماتحت فرشتوں نے بلالی پرواز کو دیکھا۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حاضری بھی اسی راز کی ایک کڑی ہے اور بتایا گیا کہ یہ پرواز صرف زمانۂ نبوت تک محدود نہیں۔ بلکہ اس امت کے بہت سے افراد کو ایسی پرواز حاصل ہے۔ اسی پرواز کا راز سیدنا و مولانا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا عرش کے سایہ تلے گدڑی اوڑھ کر آرام فرمانے کا منظر بھی ہے[1] اس واقعہ کی تفصیل فقیر کی کتاب "سوانح اویس" میں دیکھیے۔

[1] تفریح الخاطر

اس کی ایک نظیر امام غزالی کا واقعہ بھی ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی باہم گفتگو ہوئی۔ تفصیلی واقعہ فقیر کی تفسیر "فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان" پارہ دوم میں دیکھیئے۔

بحث سوم

نفحات الانس۔ قلائد الجواہر۔ بحر السرائر زبدۃ المو الیدوغیرہا میں متفق ہو کر لکھا ہے کہ آپ کی والدہ مکرمہ فرمایا کرتیں کہ میرا لخت جگر عبدالقادر رمضان شریف کے دنوں میں دودھ نہیں پیا کرتے تھے ایک بار ہلال رمضان میں اختلاف پیدا ہوا۔ لوگ سراسیمہ و حیران تھے یہاں تک کہ دن ہو گیا لیکن اختلاف نہ بوجہ شہرت کہ سادات جیلان میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دودھ نہیں پیتا۔ درِ دولت پر استفسار کے لئے پہنچکر اطلاع دی جواب آیا کہ "امروز عبدالقادر شیر نخوردہ است" اس کے بعد اطراف سے بھی خبریں پہنچ گئیں کہ چاند دیکھا گیا ہے۔

اعتراض

عقل باور ہی نہیں کرتی کہ چھوٹے بچوں کو بالخصوص شیر خوارگی میں لاشعوری ہوتی ہے یہانتک کہ معقول میں مسلّم قاعدہ ہے کہ بچہ ایک عرصہ تک اتنا شعور ہی نہیں رکھتا کہ میری حقیقی ماں کون ہے اس کے سامنے جو بھی آتا ہے اسے ماں سمجھتا ہے جب اس کے گھر کی بات کا یہ

حال ہے تو پھر آسمانی امور سے اسے کیا تعلق مپھر ایسے بچوں کو عبادت
سے کیا واسطہ بالخصوص غذائی معاملہ تو اس کے لئے مزید نہ صرف
پریشانی کا موجب ہے بلکہ موت و حیات اسی سے وابستہ ہے۔ کہ
اگر اسے ماں کا دودھ نہ ملے تو کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔

الجواب

یہ عام آدمیوں کے متعلق ہے اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ
مادرزاد ولی تھے چند حوالہ جات اور قرائن اور علامات ملاحظہ ہوں

(۱) بہجۃ الاسرار اور نور الابصار اور طبقات میں امام شعرانی قدس سرہٗ
نے بھی تصریح فرمائی ہے۔ کہ سیدنا غوث اعظم کو والدہ کے بطن مبارک
میں اللہ تعالیٰ نے سو دفعہ اپنی تجلی سے مشرف فرمایا کما قال: ان اللہ
تجلی وھو فی بطن امہ مائۃ مرۃ

(۲) حضرت غوث اصمدانی سے کسی نے سوال کیا کہ اپنی ولایت کی کیفیت
کس عمر میں آپ پر ہویدا ہوئی تو فرمانے لگے کہ لڑکپن ہی میں پوچھا وہ کیوں
کر جواب دیا کہ میں مکتب جاتا تو غیبی آوازیں سنائی دیتیں کہ ولی اللہ کو
جگہ دو اسی اثناء میں ایک بزرگ بسرۃ الانسان نے بوقت غیبی آواز پوچھا کہ

لہ ہو کتاب معتبر مشہور الفہ السوا اللخمی المصری بینہ و بینی الغوث واسطتان کذا قال الشیخ
الدہلوی قدس سرہٗ فی تحصیل التصرف ۱۲ اویسی غفرلہ

یہ کون لڑکا ہے تو جواب ملا کہ یہ ایک شریف خاندان کا لڑکا ہے اس پر
اس بزرگ نے کہا کہ یہ عظیم الشان ہو گا فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس برس
کے بعد اس بزرگ کو دیکھا کہ وہ ابدال وقت سے تھا۔ قلائد الجواہر

توفیق الٰہی ہر وقت شامل حال تھی شوق علم سے سینہ لبریز تھا نفحات
مولوی جامی وغیرہ لکھتے ہیں کہ غوث صمدانی خود فرماتے ہیں کہ میں وفات والد
کے بعد ابھی جوان پورا نہیں تھا۔ عرفہ کے دن بیرونجات کے سیر کو نکلا اور
بیل کے پیچھے ہو لیا اس بیل نے میری طرف پلٹ کر دیکھا

یا عبد القادر ما لهذا

خلقت وما لهذا امرت میں اس عجیب کو دیکھ کر ڈرتا ہوا پھر واپس گھر
آیا اور اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا مجھے اس وقت ایسا انکشاف ہوا کہ میں
نے حاجیوں کو عرفات کے میدان میں دیکھ لیا پھر میں اتر کر بخدمت والدہ
ماجدہ حاضر ہو کر التماس کی کہ مجھے راہ خدا میں وقف فرما دیجئے اور کھلے دل
سے بخوشی اجازت فرمائیے کہ میں تحصیل علم بھی کروں اور صلحا کی زیارت سے
شرفیاب ہوں والدہ نے مجھے اس نعتہً تیاری کا سبب دریافت فرمایا۔ میں
نے قصہ مذکورہ من وعن سنایا آپ میری مفارقت پر آبدیدہ ہوئیں اور اسّی دینار
کہ متروکہ والد ماجد تھے لا کر میرے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ جس قدر مناسب
ہوں لے لیجئے اور خدا حافظ میں نے چالیس دینار اٹھا لئے۔ آپ نے وہ چالیس

دینار میری گودڑی میں ٹانک دیئے اور نصیحت کی اور عہد لیا کہ ہر حال میں
سچ کہتے رہنا اور اجازت فرما کر وداع کرتی ہوئیں دروازے تک قدم رنجا فرمایا
اور روتے ہوئے کہا کہ میں نے محض طلب رضائے الٰہی پر تمہیں اپنے پاس سے جدا کیا اور
تیرے جیسے فرزند کے دیدار کو حسبتہً للہ قطع کر دیا۔ اب بجز قیامت تیرا دیکھنا
نصیب نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ میں رخصت لے کر ایک چھوٹے سے قافلے کے
ساتھ جو بغداد کی جانب جا رہا تھا ہو لیا ہمدان سے جب ہم گذرے
تو اچانک ساٹھ سواروں نے گھیر لیا اور قافلے کو لوٹ لیا لیکن مجھ سے
متعرض نہ ہوئے تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک نے میرے پاس
آکر کہا کہ اے فقیر تو بھی اپنے پاس کچھ رکھتا ہے۔ میں نے سچ کہہ دیا۔ کہ
چالیس دینار۔ اس نے پوچھا کہاں ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ بغل کے
نیچے کپڑے میں سلے ہوئے ہیں۔ اس نے اس کو استہزاء خیال کر کے میرا
خیال چھوڑ دیا۔ بعدۂ ایک دوسرا قزاق میرے نزدیک ہو کر پوچھنے لگا۔ کہ
آپ کے پاس کوئی چیز ہے میں نے وہی جواب دیا وہ بھی رفوچکر ہوتا
نظر آیا۔ اتفاق سے انہوں نے اپنے سردار کو یہ ذکر کیا اس نے مجھے اس
حالت میں بلایا کہ وہ تقسیم مال کر رہا تھا مجھے دیکھتے ہی پوچھا کہ با خود
چہ داری۔ میں نے کہا چالیس دینار۔ پھر پوچھا کہ کہاں ہیں۔ میں نے
کہا بغل کے نیچے پیراہن میں ٹکے ہوئے ہیں۔ اس نے میرے کپڑے کو

چیرنے پھاڑنے کا حکم دیا جتنے دینار میں نے کہے تھے۔ اتنے نکال کر
سامنے رکھ دیئے گئے پھر تعجب میں آکر سردار قزاقان نے مجھ سے
خطاب کیا کہ وجہ اعتراف کیا ہے میں نے کہا کہ میری والدہ نے مجھے
صدق اور راستی کا عہد لیا ہوا تھا میں نہیں پسند کرتا کہ اس میں خیانت
کروں میرے اس قول نے ایسا اثر کیا کہ وہ رونے لگا اور کہا کہ چند
سال ہوئے ہیں کہ پروردگار عالم کے عہد میں خیانت کر رہا ہوں۔
اور یہ لڑکا اپنی والدہ کے عہد کی خیانت کرنا پسند نہیں کرتا کہ اس نے
میرے ہاتھ پر توبہ کی پھر اس کے ماتحت بھی سب کے سب میرے
ہاتھ پر تائب ہوئے اور قافلے کا لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔ فرماتے
ہیں اولاً تائبان بردست من ایشاں بودند۔ فرماتے ہیں کہ ۴۸۸ھ
میں آپ بغداد داخل ہوئے اور قلیل زمانہ میں تمام علوم میں مہارت پیدا کی
کہ بر اقران خود فائق شد۔ غوث صمدانی فرماتے ہیں کہ طالب علمی کے
زمانہ میں مجھے ایسے ایسے بھوک کے صدمے ہوئے کہ عالم الغیب جانتا
ہے لیکن میں نے بھی سوال نہ کیا حتیٰ کہ چند یوم کے فاقے نے مجھے
ایسا تنگ کیا کہ اگر خدائی امداد نہ ہوتی تو اس کا سنبھالنا ناممکن تھا آخر کار
نوبت بایں جا رسید کہ میں ایک مسجد میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک فارسی جوان
جو مسجد میں آکر میرے سامنے روٹی اور بریان کھانے لگا۔ میرا نفس قریب تھا

کہ بے صبری کر کے اس کے ساتھ شامل ہونے کی اجازت طلب کرے لیکن میں نے اسے روکا کہ یہ امر نازیبا ہے اتنے میں اس شخص نے خود مجھے صلح کی۔ میں نے انکار کیا۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ جیلان کہ کہنے لگا خوب۔ آپ عبدالقادر جیلانی کو پہچانتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ وہی ہیں۔ پھر وہ جوان بے چین ہو گیا اور کہنے لگا واللہ تین یوم سے آپ کی تلاش تھی۔ آپ کی والدہ نے مجھے آٹھ دینار بھجوائے تھے کہ عبدالقادر رض کو دے دینا۔ اس امانت کے سپرد کرنے کے لئے میں تلاش کرتا رہا آخر نوبت بایں جا رسید یہ کھانا بھی بوجہ تنگدستی کے آپ کی رقم سے لایا ہوں پھر معافی طلب کی اور مجھے شریک ہونے کو کہا میں نے اس کی معذرت قبول کی بعد ازاں وہ کھانا ہم دونوں نے ملکر کھایا جو بچا میں نے اسی کو دیدیا اور اس رقم سے بھی کچھ میں نے اسے عطا کیا (قلائد الجواہر)

قطع نظر واقعات مذکورہ کے حضور غوث اعظم کے مادرزاد ولی ہونے پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے اور ولی اللہ بحیثیت ولایت کے سن طفولیت و کہولیت کا محتاج نہیں ایسے عوارض اس کی ولایت کو حائل نہیں (۱) علاوہ ازیں نبوت ولایت کا عکس مسلم ہے اور نبوت کے لئے مخالفین کو انکار نہیں ادر ہو سکتا ہے۔ جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کا

طفولیت میں گفتگو کرنا اور علم و شعور نص قطعی سے ثابت ہے حضور علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و دیگر انبیاء کرام کا بولنا بھی عند المخالفین مُسلّم ہے۔

(۲) بلکہ متعدد اولیاء کرام کے لئے بچپن کا روزہ اور دیگر شعوری باتیں منقول مثلاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی بعض روایات سے ثابت ہے

(۳) بخاری شریف و دیگر احادیث کی کتب میں خورد سال بچوں کے واقعات منقول ہیں ان میں اولیاء و غیر اولیاء کا ذکر ہے قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے شاہد کا واقعہ ہمارے دعویٰ کی بہترین دلیل ہے۔ جبکہ اس نے پورے وثوق اور نہایت پختہ دلیل سے یوسف علیہ السلام کے متعلق شہادت پیش کی۔ سورۃ یوسف میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ (واللہ اعلم)

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور

۲۳ شوال ۱۴۱۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ؕ

تمہید

فقیر قادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات میں رسالہ

"التحقیق الافخم فی عرس غوث اعظم"

(عرف)

گیارھویں شریف

لکھ کر ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔

تمہید :- ہم اہلسنت کو حضور شہنشاہ ولایت غوث الثقلین سیدنا محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خصوصی نسبت و عقیدت ہے اسی وجہ سے جس تاریخ کو آپ کا وصال ہوا اسی تاریخ کی ہم گیارہویں شریف سے موسوم کر کے خیرات کا اہتمام کرتے ہیں اسی دن فقراء و مساکین کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ ایصال ثواب کے طور پر دودھ تقسیم کرتے ہیں۔ محفلیں منعقد کی جاتی ہیں اور شمع غوثیت کے پروانے تاجدار جیلان کی بارگاہ قدس میں نذر عقیدت پیش کرتے

ہیں اس سلسلہ کو اتنا وسعت ہوئی کہ اسلامی حلقوں میں تم یہ گیارہویں شریف کے نام سے یہ طریقہ مشہور ہوا ہے اس کے اثبات میں دلائل قرآن و احادیث کی روشنی میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں ؎ شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

مقدمہ

۱۔ اس مسئلہ میں دورِ سابق میں کسی فرقے سے اختلاف منقول نہیں غیر مقلدین وہابی اور ان کے باقی رشتہ دار دیوبندی احراری تبلیغی کانگرسی۔ مودودی۔ غلام خانی پنجپیری وغیرہ وغیرہ جب سے پیدا ہوئے۔ جہاں دوسرے مسائل میں اختلاف کیا۔ مسئلہ گیارہویں میں بھی نہ صرف اختلاف کیا بلکہ بہت سے بد دماغ گیارہویں کا نام سن کر چڑتے ہیں۔ اور بہت سے بدبخت گیارہویں کے ختم کو معاذ اللہ حرام اور خنزیر وغیرہ وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

۲۔ گیارھویں شریف میں مندرجہ ذیل امور ہوتے ہیں (۱) شیرینی یا دودھ یا بکرا وغیرہ کا گوشت پکا کر فقرا، اور احباب و اعزہ اقارب کے اجتماع میں قرآن مجید کی آیات پڑھ کر غوث اعظم رض اور ان کے سلسلہ کے اولیاء وعوام کی ارواح کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔ فرداً فرداً مخالفین ہر مسئلہ پر ہمارے ساتھ متفق

ہیں صرف انہیں چند باتوں سے ضد ہے جنہیں تفصیل سے بعد کو عرض کیا جائے گا۔

۳۔ جہاں جہاں اسلام پھیلا وہاں غوث اعظم کے نام لیوا بھی پہنچے اب جہاں آپ کو مسلمان ملے گا وہاں گیارہویں والے پیر کا مرید بھی ملے گا۔ اور بفضلہ تعالیٰ اسلاف میں ایسے اکابر گیارہویں شریف کے پابند ملیں گے جن کے مخالفین صرف اسماء گرامی سن کر سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ چند ایک حضرات کے اسماء مع ان کی تصریحات ملاحظہ ہوں

۴۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب قرۃ الناظرہ کے ص۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

" ذکرِ یازدہم حضرتِ غوث الثقلین رضی اللہ عنہٗ بود ارشاد شد اصل یازدہم ایں بود کہ حضرتِ غوثِ صمدانی بتاریخ یازدہم ربیع الآخر فاتحہ بہ چہلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کردہ بودند آں نیاز آنچناں مقبول و مطبوع افتاد کہ در ہر ماہ بتاریخ یازدہم رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مقرر فرمودند و دیگر اتباع حضرت غوث پاک بہ تقلید وے یازدہم می کردند آخر رفتہ رفتہ یازدہم حضرت محبوب سبحانی مشہور شد

الحال مردم فاتحہ حضرتِ شاں دوازدہم می کنند
و تاریخ وصال حضرتِ محبوب سبحانی ہفت دہم
ربیع الثانی بود۔"

ترجمہ:۔ حضرت محبوب سبحانی قطبِ ربانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں شریف کا ذکر تھا۔ ارشاد ہوا کہ گیارہویں کی اصل یہ تھی کہ حضرت غوث صمدانی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ حضور پر نور پیغمبرِ خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیسویں کا ختم شریف ہمیشہ گیارہ ماہ ربیع الآخر کو کیا کرتے تھے۔ وہ نیاز اتنی مقبول و مرغوب ہوئی کہ ازاں بعد آپ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو ہی نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا ختم شریف اور نیاز دلانے لگے۔ آخر رفتہ رفتہ یہی نیاز حضور غوثِ پاک کی گیارہویں شریف

---

[۱] یہ امام یافعی قدس سرہٗ کسی مولوی کا نام نہیں بلکہ وہ ایک نامور شخصیت تھی کہ جس کے شاگردوں میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت جیسے شیخ الاسلام قدس سرہٗ ایک ہیں۔ ذکر شیخنا و سیدنا السید بی الرضی الوصی ابوالمحاسن سیدی الشیخ الکامل العارف المعظم المکرم ابی الفتح الشیخ حامد الحسنی الجیلانی نقلا من اوراد القادریہ تصنیف المخدوم الاعظم الاکرم الامجد الافخم

مشہور ہو گئی۔ آج کل لوگ آپ کا عرس مبارک بھی گیارہ تاریخ کو کرتے ہیں حالانکہ آپ کی تاریخ وصال سترہ ربیع الآخر ہے"۔

معلوم ہوا کہ گیارہویں شریف اصل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عرس مبارک ہے جو غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف منسوب ہو گیا۔ ہم عرس کی بحث آگے چل کر عرض کریں گے

۲۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث[1] دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "ماثبت بالسنۃ ص۶۸ میں فرماتے ہیں:

قَدِ اشْتَهَرَ فِي دِيَارِنَا هٰذَا الْيَوْمُ الْحَادِيْ عَشَرَ وَهُوَ الْمُتَعَارَفُ عِنْدَ مَشَايِخِنَا مِنْ اَهْلِ الْهِنْدِ مِنْ اَوْلَادِهٖ

ہمارے ملک میں گیارہویں شریف کا دن مشہور ہے۔ اور یہی ہمارے مشائخ جو پیران پیر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں کے نزدیک

---

[1] یہ وہی شیخ عبدالحق قدس سرہٗ ہیں جن کی خود حضور علیہ السلام نے دستار بندی کر کے شیخ الحدیث بنا کر بھیجا۔ آپ کے فیض سے اقلیم ہند کے علماء کہلوانے والے بریلوی دیوبندی، غیر مقلدین بہرہ ور ہوئے یہ وہی شیخ ہیں جن کو حضور علیہ السلام کی ہر وقت زیارت ہوجاتی تھی اسی لئے انہیں حضوری کا ولی کہا جاتا ہے خود اشرف علی تھانوی نے مانا ہے

(الافاضات الیومیہ)

متعارف ہے۔ اسی طرح پیر و مرشد سیدنا سید بہی رضی الوصی،
ابوالمحاسن نے سیدنا شیخ کامل عارف معظم مکرم ابوالفتح شیخ حامد
حسنی جیلانی اوراد قادریہ سے نقل کیا شیخ محقق قدس سرہٗ اسی
مقام پر آپ گیارھویں شریف کو حضور غوث پاک کا عرس قرار دیا
ہے اور آپ کی تاریخ وصال بھی گیارہ ربیع الاخر ہی لکھی ہے
(ماثبت بالسنہ صـ۱۲۷) میں تحریر فرمایا کہ

هُوَالَّذِیْ اَدْرَکْنَا عَلَیْهِ سَیِّدُنَا الشَّیْخُ الْاِمَامُ
اَلْعَارِفُ الْکَامِلُ الشَّیْخُ عَبْدُ الْوَهَّابِ الْقَادِرِیُّ
الْمُتَّقِیْ فَاِنَّهٗ قُدِّسَ سِرُّهٗ کَانَ یُحَافِظُ فِیْ یَوْمِ عرسید
هٰذَ التَّارِیْخِ اوعلی مارای من شیخہ الشیخ الکبیر
علی المتقی اومن غیرہ من المشائخ رحمہم اللّٰہ

یعنی یہ وہ تاریخ ہے کہ جس پر ہم نے شیخ کامل عارف
عبدالوہاب قادری رحمۃ اللہ علیہ کو پایا ہے۔ یہ حضرت علیہ
اسی تاریخ کو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا عرس شریف کیا کرتے
تھے۔ یا اس سبب سے کہ اپنے پیر و مرشد شیخ اکبر علی متقی یا اور
کسی بزرگ کو دیکھا ہے۔ یہی شیخ محقق برحق فرماتے ہیں کہ
حضرت شیخ امان پانی پتی علیہ الرحمۃ جو کہ اولیائے کرام میں بلند

مرتبہ رکھتے ہیں۔ ربیع الثانی کی دس تاریخ کو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے تھے (اخبارالاخیار) حضرت ملا جیون[1] رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت ملا محمد علیہ الرحمۃ اپنی کتاب وجیز الصراط میں فرماتے ہیں کہ دیگر مشائخ کا عرس شریف تو سال کے بعد ہوتا ہے لیکن حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ امتیازی شان ہے کہ بزرگان دین نے آپ کا عرس مبارک ہر مہینہ میں مقرر فرمادیا ہے۔

روایت باسند

یعنی

گیارہویں شریف خاندان غوثیہ مآب میں

سید نا مرشدنا و مرشد شاہ عبدالحق کے حضرت موسیٰ پاک شہید قدس سرہٗ نے تیسرالشاغلین صنہ ۱۰ میں لکھا کہ :۔

[1] یہ وہ ملا جیون قدس سرہ نہیں جنہوں نے نورالانوار لکھی ہے بلکہ یہ اور عالم دین ہیں جو داجل میں رہتے تھے ہمارے بعض معاصرین کو غلط فہمی ہوئی ہے

شیخی و مولائی و سیدی و سندی و جدی حضرت قطب عالم
شیخ عبد القادر ثانی کہ در زمان خود ثانی نداشت فرزند صوری و
معنوی و ہم سجادہ نشین و قائم مقام شیخ محمد قادری است در
کتاب اوراد قادریہ خود بخط شریف نوشتہ و در انجا نص کردہ
کہ فوت غوث اعظم یازدہ شہر ربیع الثانی است و بس و ے
شیخی و مرشدی و ابی سید حامد کہ ہم سجادہ نشین و قائم مقام
و ہم خلیفہ مطلق کامل مکمل جد خود حضرت شیخ عبد القادر ثانی
بود و در انجا کہ مشہور ایام عرائس مشائخ سلسلہ قادریہ را بخط
خود نوشتہ است ۔ عرس حضرت غوث اعظم تاریخ یازدہم
ربیع الثانی است پھر لکھا ہے کہ

دیگر در بلادِ عرب ؛ عجم سندھ و ہند تاریخ یازدہم شہر ربیع الثانی
عرس حضرت غوث اعظم می کنند ؛ دریں روز اطعمہ ۔ مجالس و انواع
خیرات تبرعات می نمایند و اجماع و انعقاد عرب و عجم بریں تاریخ
منعقد شدہ[1]

(ف) ان عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ مشائخ سلسلہ قادریہ

---

[1] از غوث اعظم برخوردار ص ۲۰۳

ہر دور میں گیارہویں شریف کرتے رہے اور وہ مشائخ ان فتوی باز مولویوں سے علم و عمل اور تقوٰی و طہارت میں کروڑ درجہ نہ صرف بہتر تھے بلکہ آج کل ان فتوٰی بازوں کو ان کے ایک معمولی خادم سے نسبت دینا بھی ان مشائخ کے شان کے خلاف ہے۔

(گیارہویں کے نام سے موسوم کیوں)

اس سے ایک طرف دلائل سے واضح ہُوا کہ قدیم الایام سے اولیاء اللہ اور مشائخ فقہاء محدثین و مفسرین گیارہویں شریف کرتے چلے آرہے ہیں۔ دوسری طرف اس کا گیارہویں شریف کے نام سے موسوم ہونے کی وجہ بھی معلوم ہوئی۔ اس سے وہابیہ دیوبندیہ کا وہم دور ہونا چاہیئے جب کہ کہا کرتے ہیں کہ اسے گیارہویں شریف کیوں کہا جاتا ہے۔ اس کا ہم یہی جواب دینگے

۱۔ چونکہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال پاک کی یہی تاریخ ہے اسی لئے اس کے یوم وصال کو لفظی مناسبت سے گیارہویں کے نام سے موسوم ہوئی۔

۲۔ اسی تاریخ کو اولیاء کرام و فقہاء و محدثین رحمہم اللہ تعالی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی کا عرس مبارک نہایت عقیدت اور

اور بڑے اہتمام سے کرتے چلے آئے ہیں. اسی شہرت کی بناء پر اسے
گیارہویں سے موسوم کیا گیا
۳۔ اس کی اور وجہ بھی بتائی گئی ہے کہ پیر پیران میر میران
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ، ہر گیارہ تاریخ کو حضور سید الانبیا
علے انبینا علیہم السلام کا عرس مبارک کیا کرتے تھے اسی لئے غوث
الاعظم کے شیدائی بتقلید و اطاعت آنجناب گیارہویں کرتے
ہیں۔ چونکہ یہ انتساب بہ عالی جناب تھا اسی لئے یہ گیارہویں پیر
پیران اور خود پیر صاحب گیارہویں والے مشہور ہوئے (کذا فی
انوار الرحمٰن صہ اس کا دوسرا حوالہ امام یافعی احمد اللہ) ہم
نے پہلے بیان کیا ہے۔
(۴) بعض کہتے ہیں کہ جس بوڑھیا کی بارات کو سیدنا غوث
اعظم نے دریا سے نکالا تھا۔ اس نے حضور غوث اعظم سے
عقیدت کی بناء پر خیرات، صدقات۔ بروح غوث اعظم رضی اللہ عنہ
وافر در وافر کئے اسی لئے اس نام سے گیارہویں مشہور ہے۔
۵۔ بعض کہتے ہیں کہ حضور غوث اعظم کے مریدین ملازمین کو
دسویں کو تنخواہیں ملتی تھیں وہ سب کے سب اسی تاریخ
کو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ کے نام ایصال ثواب بہت

زیادہ کرتے تھے۔ اِسی بناء پر اسے گیارہویں کہا گیا۔

خلاصہ یہ کہ

اگرچہ گیارہویں شریف کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال آئے ہیں لیکن میرے نزدیک وہی دو قول زیادہ معتبر اور قرین قیاس ہیں۔ (۱) حضورِ غوث اعظم رضی اللہ عنہٗ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس مبارک پر مداومت کر رکھی تھی ان کی مداومت پر وہ تا دمِ زیست پھر بعد وصال تا قیامت ان کے عمل کو گیارہویں اور ان کے اسم گرامی کو گیارہویں والے کہا جانے لگا اور انشاء اللہ تعالیٰ کہا جائے گا۔

(۲) چونکہ آپ کا وصال گیارہ تاریخ کو ہوا۔ آپ کے وصال شریف کی نسبت سے آپ کے عرس مبارک کا نام گیارہویں شریف پڑ گیا۔

(سوال)

تم نے کہا کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا وصال گیارہ ربیع الثانی کو ہوا۔ حالانکہ بحر السرائر و ماثبت بالسنۃ و دیگر کتب سے کہ ۷ ربیع الثانی سے ۱۸ ربیع الثانی تک روایات ملتے ہیں۔ کسی نے ۹ کسی نے ۱۱ کسی نے ۱۳ کسی نے ۱۷ کسی نے ۱۸ ذکر کیا ہے۔

جواب

یہ تو غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق اختلاف ہے۔ یار لوگوں نے حضور سرورِ عالم تاجدارِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف میں بھی اختلاف کیا ہے کسی نے ۹ بتائی تو کوئی ۱۸ ربیع الاول کہتے ہیں لیکن بعض محدثین[1] نے اسی قول کو لیا ہے یعنی بارہ ربیع الاول ہے اسی طرح غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق جمہور کا قول گیارہ تاریخ کا ہے باقی اقوال کے لئے "لا اصل لہ" فرمایا چنانچہ یہی شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ ماثبت بالسنۃ میں گیارہ تاریخ کو متعین کر کے ۱۷ ربیع الثانی کے قول کے لئے لکھا "لا اصل لہ" اور خاندانِ غوثیہ کا محقق ترین قول کو ہم نے پہلے لکھا ہے کہ وہ گیارہ تاریخ پہ اجماع اولیاء لکھا۔ اور متعدد روایات میں یہی ثابت ہے چنانچہ شاہ عبد الحق دہلوی قدس سرہ ماثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال گیارہ ربیع الثانی کو ہوا۔ اس کا حوالہ ہم پہلے لکھ آئے یہی شاہ صاحب قدس سرہ اخبار الاخیار ص۲۴۲ میں لکھتے ہیں کہ

یازدہم ماہ ربیع الآخر عرس غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کرد

ربیع الآخر کی گیارہ کو عرس کیا کرتے تھے

[1] اگرچہ جدید تحقیق ... [illegible] ... ۱۲ ربیع الاول کو ولادت ... [illegible]

نیز

تفریح الخاطر صـ۱۳۹ میں لکھا ہے کہ

وفی لیلۃ الاثنین بعد صلوۃ العشاء بعدی عشرۃ من ربیع الثانی سنۃ خمسماۃ واحد وستین	حضور غوث اعظم کا وصال سوموار کی شب کو عشاء کے بعد ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ کو ہُوا

غوث وقت حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مانا کہ گیارہویں تاریخ ضعیف بھی ہو تو

بقاعدہ اصول کہ روایت ضعیف بسبب کثرت عمل قوی ومفتی بہ می شود اس کے بعد فرمایا کہ	اصول کا قاعدہ ہے کہ روایت ضعیف کثرت عمل سے قوی اور مفتی بہ بن جاتی ہے
بقواعد اصول مقرر است کہ روایت ضعیف از سبب کثرت عمل قوی ومفتی بہ میشود خلاف ازو جائز نہ تفریح الشاملین صـ۱۰۰ در غوث اعظم صـ۲۷۳	قاعدہ اصول مسلم ہے کہ روایت ضعیف جب قوی اور مفتی بہ ہو جائے تو اسے رد کرنا یا اس کے خلاف کرنا ناجائز ہے

چونکہ ۱۷ تاریخ لکھنے والے بھی بڑے بڑے نامی گرامی علماء اور محقق تاریخ دان تھے اسی لئے اس کی توجیہ ضروری ہے اسی لئے مسٹر طامس ولیم بیل صاحب بہادر نے بھی مفتاح التواریخ نے بھی گیارہ تاریخ کو قبول کر کے آخر میں لکھا کہ سہو کاتب کی وجہ سے یہ غلطی ہوتی رہی کہ اس نے یازدہم کو ہفتدہم لکھ دیا ورنہ تحقیق یہی ہے کہ غوث اعظم کے وصال کی تاریخ گیارہ تھی بہر حال سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کی نسبت سے گیارہویں شریف کے نام مشہور ہوئی ورنہ دراصل یہ وہی "ایصال ثواب یہ ہے۔ جسکا اقرار نہ صرف دیوبندیوں کو بلکہ غیر مقلدوں وہابیوں اور نجدیوں کو بھی ہے۔

لیکن چونکہ مخالفین کا طریقہ ہے کہ جس مسئلہ سے ضد اور عناد ہو تو اس کے خلاف بجائے صریح انکار کرنے کے طرح طرح کے حیلے حوالے بناتے ہیں

(نام بدلنے سے کام نہیں بگڑتا)

ورنہ ظاہر ہے کہ ہم گیارہویں شریف کو اصلی اور حقیقی "ایصال ثواب" کی صورت مانتے ہیں صرف بوجہ نسبت کے نام علیحدہ رکھ دیا ہے۔ ہزاروں عبادات ہیں جنہیں معمولی نسبت سے

علیحدہ نام دیا جاتا ہے

(۱) تسبیح فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو کون نہیں جانتا وہ ایک عبادت ہے لیکن اسے چونکہ بی بی صاحبہ سے نسبت ہے اسی لیئے اس نام سے موسوم ہوتی ہے۔

(۲) صلوۃ التسبیح اگرچہ وہ ایک نماز ہے لیکن چونکہ اس میں تسبیح بار بار پڑھی جاتی ہے اسی لیئے اس نام سے موسوم ہے

وہابیوں دیوبندیوں کیلئے مقام عبرت

چونکہ شرعی اصول کے مطابق "گیارھویں شریف" ایک مقدس عمل اور متبرک فعل ہے جس سے ہزاروں بلکہ بیشمار فیوض و برکات نصیب ہوتے ہیں۔ لیکن انہیں جو اس طریقہ کار سے حقیقی طور نسبت رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہند و پاکستان کے علاوہ ممالک اسلامیہ کے ہر خطہ میں ۱۱ ربیع الثانی عرس شریف اور ہر ماہ کی گیارہ بلکہ ہر روز اہل اسلام انواع و اقسام کے طعام و فواکہ حاضرین علماء و اہل تصوف فقراء اور درویشوں کے پیش کیئے جاتے ہیں۔ وعظ اور نعتیہ نظمیں بھی بیان ہوتی ہیں۔ خوش بختوں کی گیارھویں شریف کی محفلوں میں اولیائے کاملین کی

ارواح طیبہ تشریف لاتی ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مکتوبات مرزا مظہر جانِ جاناں سے ایک مکتوب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

"میں نے خواب میں ایک چبوترہ دیکھا جس میں بہت سے اولیاء اللہ حلقہ باندھ کر مراقبہ میں بیٹھے ہیں اور ان کے درمیان حضرت خواجہ نقشبندؒ دوزانو اور حضرت جنیدؒ تکیہ لگا کر بیٹھے ہیں۔ استغنا، ماسوا اللہ اور کیفیاتِ فنا ان میں جلوہ نما ہیں یہ سب کھڑے ہو گئے پھر بعد کو چل پڑے

میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ معاملہ ہے تو ان میں سے کسی نے بتایا کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے استقبال کے لیے جا رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ ایک گلیم پوش سر اور پاؤں سے برہنہ ژولیدہ بال ہیں حضرت علی نے ان کے ہاتھ کو نہایت عزت وعظمت کے ساتھ اپنے ہاتھ مبارک میں لیا ہوا تھا میں نے پوچھا کہ کون ہیں تو جواب ملا کہ یہ خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر ایک حجرہ ظاہر ہوا جو نہایت ہی صاف تھا اور اس پر نور کی بارش ہو رہی تھی۔ یہ تمام کمال بزرگ اس میں داخل ہو گئے میں نے اس کی وجہ پوچھی تو ایک شخص نے کہا:-

"امروز عرس حضرت غوث الثقلین است تبقریب عرس بردند"

یعنی آج غوث اعظم کا عرس تھا۔ یہ حضرات اسی میں تشریف لے گئے تھے (کلمات طیبات شاہ ولی اللہ صفحہ ۷۸)

بحمدہ تعالیٰ یہ کیفیت اکثر بزرگوں کے اعراس میں ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ہم اور ہمارے عوام گہری دلچسپی اور عقیدتمندی کے ساتھ اعراس کی حاضری دیتے ہیں۔ لیکن شوم بخت اپنے گندے دماغ کا ثبوت دیتے ہوئے گیارہویں شریف پر گندے اور غلیظ حملے کرتے ہیں لیکن مندرجہ بالا حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ غیر مقلدین کے لئے بالعموم اور دیوبندیوں کے لئے بالخصوص دعوتِ غور و فکر ہے غیر مقلدین تو اس لئے کہ یہ لوگ شاہ ولی اللہ کی علمی شخصیت کے پورے طور پر معترف ہیں اور اس واقعہ کو نقل کرنے والے شاہ ولی اللہ ہیں اور دیوبندی اس لئے کہ وہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی عظیم المرتبت شخصیت کے نہ صرف مداح ہیں بلکہ انہیں بظاہر اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں کیا یہ واقعہ واقعی طور پر ان لوگوں کے لئے موجب غور و فکر۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر بغور اس عبارت کو پڑھا جائے تو ہمارے اور ان کے مابین کوئی ایک چھوٹے

سے چھوٹا مسئلہ بھی باعث نزاع نہیں رہ سکتا۔ لیکن ہم نہایت فخر کے طور کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ آج بزرگوں کے اعراس بالخصوص حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عرس پاک میں صحابہ کرام اور اولیائے عظام کی شرکت ہوتی ہے خواہ ان کے مزارات پر ہوں یا جہاں پر مواقع میسر آئیں۔

اعراس اولیائے کرام بالخصوص حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عرس مبارک پاک میں شمولیت کرنے والوں کی سربراہی شیر خدا مشکلکشا، حیدر کرار سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر فرماتے ہیں ممکن ہے اس طرح اور مقدس ارواح بھی تشریف لاتے ہوں۔

خوش قسمت سُنّی

دور حاضرہ میں خوش قسمت ہے وہ گھرانہ جہاں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ یا کسی اور بزرگ کامل کی یاد میں خیرات و صدقات کے ساتھ ایسی محفلیں و مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے ان بد قسمتوں پر جو ایسی مقدس و متبرک مجلسوں کا نہ صرف مذاق اڑاتے ہیں بلکہ اسے شرک جیسی غلیظ اور گندی گالی سے

نوازتے ہیں۔ دنیائے عالم میں ہزاروں بلکہ بشمار ایسے واقعات
ہو رہے ہیں کہ یہی شرارتی ٹولہ ایک طرف ایسی پاک اور مقدس
محفل اور ایسے محبوب اور مرغوب غذا کو خنزیر اور دیگر خرافات
بکتے ہیں لیکن ہاضمہ ایسا کہ جب شروع ہو جائیں تو ہل من مزید
کا شور مچاتے ہیں اور کھائیں تو سیر نہیں ہوتے پالتی لگا کر بیٹھیں
گے تو لقمہ پر لقمہ اٹھاتے ہوئے دم تک نہ لیں گے پھر عادت
سے مجبور ہیں پوچھنے پر فتویٰ جڑ دیں گے کہ گیارہویں حرام وغیرہ
وغیرہ۔

مکالمہ شوخ چشم وہابی اور حاضر جواب سنی

ہمارے ایک بزرگ دوست نے ایسے حرامخور مفتیوں اور
شوخ چشم وہابیوں کا ایک منظوم مکالمہ لکھا ہے۔ ناظرین ملاحظہ
فرمائیں۔

(نظم)

بندہ مسلماں ایک تھا — اس کا عقیدہ نیک تھا
تھا غوث اعظم پر اسکا یقیں — اس نے پکائی گیارہویں
وہ سادگی سے بے خبر — لے آیا اک ملاں کو گھر
ملاں تھا سنی ظاہراً — پکا وہابی باطناً
کھانے کو سنکر آ گیا — سب اس کے چاول کھا گیا

کھا کے یوں بکنے لگا — یہ شرک توں نے کیوں کیا
سُنی بھی اس کو کہنے لگا — میرا جواب بھی سنتا جا
آج میں سمجھوں گا یوں — دل کو تسلی دونگا یوں
ناغہ میرا اس پل سہی — پھر گیارہویں کل سہی
چاول جو توں نے کھا لئے — بے شک وہ ضائع ہو گئے
کتّا میرے گھر آ گیا
سب میرے چاول کھا گیا

ہوشیار سُنیو! ہوشیار

آپ حضرات نہایت سادہ دل واقع ہو گئے ہیں اگرچہ آپ کو اپنے عمل کا ثواب مل ہی جائیگا لیکن فائدہ کیا کہ ایک عیار مکار آپ کا مال کھائے بلکہ چاہیئے کہ جیسے رزق طیّب ہے ایسا کھانے والا بھی طیّب ہو کیونکہ " الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات " قرآن مجید کا فیصلہ ہے ان غریبوں کو کوّا۔ گوہ۔ کچھوا و دیگر غلیظ غذائیں چاہیئے جیسا کہ ان کا مذہب[1] ہے۔ اور قرآن مجید

[1] تفصیل فقیر کی ... کتاب آئینہ وہابی نما اور آئینہ دیوبندی نما ۱۲ میں ہے۔

کا فیصلہ ہے۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات

گیارہویں شریف کی حقیقت کیا ہے

جیسا کہ ہم نے مختصر طور پر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ شہنشاہ بغداد حضور غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پاک کی تاریخ گیارہ ربیع الآخر ہے اور گیارھویں شریف منانے کی خصوصی وجہ یہی ہے۔ نیز اولیائے متقدمین اور جمیع اہلسنت کا اس پر صدیوں سے عمل رہا ہے کہ وہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے وصالِ پاک کی تاریخ پر کھانا وغیرہ آپ کی نیاز کا پکا کر غرباء مساکین میں تقسیم فرماتے اور قرآن مجید کی تلاوت کر کے طعام و کلام کا ثواب سیدنا غوث اعظم کے حضور میں پیش کرتے۔

منکرین کی طرف سے عام طور پر جو اہلسنت پر بدعتی ہونے کا فتویٰ صادر ہوتا ہے اس کا اہم جز گیارھویں شریف ہے جیسا کہ آپ اپنے علاقہ میں آزما کر دیکھ سکتے ہیں کہ جو مسلمان گیارہویں کا طعام پکائے گا تو فوراً یار لوگ کہہ دیں گے یہ بدعتی ہے۔ حالانکہ گیارھویں شریف کے متعلق سیدھی سی بات یہ ہے کہ یہ

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس ہے۔ چنانچہ
شیخ محقق امام المحدثین خاتم الاولیاء سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی
کتب "ماثبت بالسنۃ" اور اخبار الاخیار میں نہایت شرح و
بسط سے تحریر فرماتے ہیں اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کون ہیں اور
آپ کا علمی اور روحانی مقام کیا ہے یہ محتاج تعارف نہیں۔ نجدی
وہابی بالعموم اور دیوبندی وہابی بالخصوص آپ کے کمالاتِ
علمی کے معترف ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں کتب کے دیباچے مفتی
محمد شفیع دیوبندی لکھتا ہے کہ اس کتاب کی عظمت اور صحت کی
اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہو گی کہ اس کے مصنف شاہ عبدالحق
محدث دہلوی ہیں دوسری کتاب اخبار الاخیار کے دیباچے میں یہی
صاحب اس طرح رقمطراز ہوئے ہیں کہ اولیا اللہ کے حالات میں،
اخبار الاخیار دنیا کی بہترین کتاب اس لئے ہے کہ اس میں ہر واقعہ
کو مصنف نے حدیث کی طرح سندیں حاصل کر کے تحریر فرمایا ہے
بہر حال شاہ عبدالحق محدث دہلوی ایک ایسی عظیم شخصیت ہیں جنہوں
نے سب سے پہلے ہندوستان کو علوم حدیث کے مطالب و معارف سے
روشناس کرایا جس کے اپنے پرائے سب معترف ہیں۔ حتیٰ کہ وہابیوں
کے امام صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں کہ میں آپ کے مزار پر گیا تو وہاں

رحمت کی برسات ہوتی تھی۔ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دربار میں حضوری حاصل تھی (الافاضات الیومیہ ، فوائد جامعہ) شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کا یہ تعارف اس لئے کروایا گیا ہے تاکہ منکرین گیارھویں شریف تھوڑا سا غور کریں اور بریلویوں کو بدعتی کہنے کے بجائے اس بات کو سوچیں کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدس زمانہ وہ زمانہ ہے کہ جس وقت "نہ بریلوی تھے اور نہ دیوبندی، اور نہ غیر مقلد وہابی تھے اور نہ مقلد وہابی۔ اگر اس وقت وہ لوگ جنہیں شیخ محقق علیہ الرحمۃ کامل اولیاء اللہ سے شمار کرتے ہیں۔ گیارھویں شریف کی بدعت کا ارتکاب کرتے تھے تو پھر آج بریلویوں کو نشانہ ستم کیوں بنایا جاتا ہے اگر وہابیوں کے امام کو شاہ صاحب کے مزار پر رحمت کی برسات نظر آتی ہے۔ اور دیوبندیوں کے پیشوا اشرف علی آپ کو صاحب حضوری سمجھتے ہیں۔ تو پھر یہ تصور کسی طرح بھی نہیں کیا جا سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دربار میں شرف باریابی حاصل کرنے والا شخص نہ صرف یہ کہ بدعت کی ترغیب دے بلکہ بدعات کے ارتکاب کرنے والوں کو کامل اولیاء اللہ کے رنگ میں پیش کرے۔

(اہلسنت کے دلائل)

تمہید

جو لوگ گیارہویں کو بدعت و حرام کہتے ہیں ان کے تین گروہ ہیں (۱) کم علمی کی وجہ سے اصولِ قرآن و حدیث اور صحتِ معلومات سے معذور ہیں۔ (۲) وہ علم کے باوجود دیانت سے کام نہ لیتے ہوئے محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے مخالفت کرتا ہے (۳) گیارہویں شریف کو صرف اس لئے بدعت و ناجائز کہہ دیا کرتے ہیں کہ ان کے اکابر اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں

جو لوگ دیانتِ علمی سے کام نہیں لیتے اور محض ہٹ دھرمی کی بناء پر اسلامی اتحاد کو مکدر بناتے رہتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ لوگ نہ آج ہماری بات مانیں گے نہ بعد کو بلکہ ان کی قسمت میں نہ ماننا ہی لکھا ہے ہاں اگر کوئی فقیر کی تحریر کو انصاف کی نگاہ سے مطالعہ کرے تو انشاء اللہ غلط فہمیوں کا ازالہ ممکن ہے۔

(دلیل اوّل)

فقیر نے پہلے متعدد حوالہ جات پیش کئے ہیں کہ گیارہویں شریف کا عمل مدت سے قدماء صالحین و علماء راسخین و مشائخ کاملین میں معمول و مقبول رہا ہے۔

اور فقیر نے ایسے نامور علماء و فقہا و محدثین و مفسرین اور اولیاء مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی پیش کیے ہیں کہ جن کا صرف نام مبارک اہلِ اسلام کے لیے موجب فخر و ناز ہے اور ان میں وہ حضرات مذکور ہوئے جن کے علم و عمل پر اسلام کو ناز ہے۔ آجکل کے ہر فرقہ کے علماء ان کے نہ صرف خوشہ چین ہیں بلکہ آج اگر وہ زندہ ہوتے تو موجودہ ہر فرقہ کے علماء کو ان کے ادنیٰ شاگردوں کے سامنے طفلِ مکتب کا مرتبہ مل جاتا تو یہ صاحبان اپنے لئے باعث برکت اور موجبِ رحمت سمجھتے۔

وہ حضرات قرآن و احادیث موجودہ علماء سے زیادہ ماہر و حاذق بلکہ روحِ اسلام کی بھی روح تھے جبکہ انہیں اسلام کے ہر مسئلہ کی تحقیق و تدقیق وافر در وافر نصیب تھی وہ بدعت کو بھی جانتے تھے اور سنت کو بھی لیکن باوجود اینہمہ گیارہویں کے نہ صرف قائل بلکہ عامل تھے اسی لئے ہم موجودہ دَور کے محققین کی ہر نئی تحقیق کو تو دیوار پر مار سکتے ہیں لیکن ان کی تحقیق کو نہ صرف جائز بلکہ اپنے لئے حرزِ جان اور روحِ ایمان مانیں گے۔ اس لئے کہ ان حضرات کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کئی عرصہ اپنی امت کو سمجھایا

مَا رَاٰہُ المؤمنون حسنًا فھو عند اللہ حسن

" جس کو مومن اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے

ایک اور حدیث میں وارد ہے ۔

لا تجتمع امتی علی الضلالۃ

" میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہو سکتا "

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تصدیق فرمائی ہے اور اسلاف میں بھی گیارہویں شریف کے متعلق کسی معتبر عالم دین کا انکار موجود نہیں تو پھر چند ضدی ملوانے انکار کرتے ہیں حرج کیا ہے انکی بھی صرف ہٹ دھرمی اور ضد ہے اور بس ۔

ورنہ منصف مزاج مسلمان ان سے صرف یہی سوال کر کے سوچ لے کہ اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ جس عمل کے عامل تھے کیا وہ بدعتی تھے اور حرامخور اور اگر معاذ اللہ وہ ایسے تھے تو پھر وہ اولیاء اللہ کہلانے کے حقدار کیسے حالانکہ مخالفین اب بھی انہیں اولیاء مانتے ہیں ہو نہ ہو بدعت انکا خانہ ساختہ فتویٰ ہے فلہذا اسے پھینک دو کہ یہ انڈے ہیں گندے

(دلیل نمبر ۲)

گیارہویں شریف "ایصال ثواب" ہے جیسا کہ ہم نے رسالہ ہذا کے ابتداء میں عرض کیا ہے ۔ جب یہ ایصال ثواب ہے تو حرام

کیوں۔[1] اسکی بجائے چند صورتیں مخالفین پیش کرتے ہیں اگرچہ مخالفین کے ہر اعتراض کے لئے ایک علیحدہ تصنیف ضروری ہے لیکن رسالہ ہذا کی مناسبت سے مختصراً ہر ایک جواب کا قرآن و حدیث اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اعتراضات جوابات

(۱)

اگر گیارہویں شریف ایصال ثواب ہے تو اسے گیارہویں شریف کیوں کہتے ہیں۔ اصلی نام کیوں نہیں لیتے ؟:۔

جواب

نام بدلنے سے کام نہیں بگڑتا اس کے چند دلائل فقیر نے پہلے عرض کئے ہیں چند اور لیجئے:۔

(۱) حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام سکھایا۔ اس وقت ہر مسئلہ صحابہ کے دل و دماغ پر اثر کرتا چلا گیا۔ لیکن انہوں نے کبھی کسی مسئلہ کو مستقل نام سے نہیں پکارا لیکن آج ہم نے انہی مسائل

---

[1] چونکہ ایصال ثواب متفق علیہ مسئلہ ہے اس لئے اس پر دلائل لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ۱۲

کو ایک ہئیت مستقلہ میں لاکر کسی فن کا نام" حدیث کسی کا تفسیر کسی کا فقہ وغیرہ وغیرہ پھر ہر ایک کے لئے ہم نے ہزاروں نہیں بےشمار ایجاد کی ہیں۔

(۲) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو علمی وعملی دولتوں سے نوازا لیکن آپ کے دور میں ہماری ایجاد کردہ اصطلاحیں نہیں تھیں مثلاً پڑھنے کی جگہ کا نام مدرسہ دارالعلوم، درس گاہ۔ جامعہ وغیرہ وغیرہ اور پڑھانے والا معلم، مدرس، استاذ وغیرہ اور پڑھنے والے طلبہ طالب علم، متعلم۔ تلمیذ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح ہزاروں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ العاقل تکفیہ الاشارہ تفصیل فقیر کی کتاب العصمۃ عن البدعۃ" میں ہے۔

(جواب نمبر۲)

ایصال ثواب عام لفظ ہے جو عوام کے لئے سمجھا ہے، ہم اہل سنت چونکہ باادب واقف ہوئے ہیں اسی لیے ایک شیخ کامل کے ایصال ثواب کے نام کو نمایاں کرکے عوام میں ولی کامل کی شان کا امتیاز کراتے ہیں۔ تاکہ ولایت کی عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھ جائے اور یہی عین فطرت ہے چنانچہ ہم سب آدم زادے انسان یا آدمی کہلاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک دوسرے سے ممتاز

کرنے سے مختلف قومیں بنائیں تاکہ التباس نہ ہو کما قال وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔

چونکہ ایصال ثواب ایک عام حیثیت تھی پھر ہم نے انہیں مختلف شعوب و قبائل بنائے تاکہ ایکدوسرے سے متعارف ہوں۔ یعنی ایصال ثواب انبیاء و اولیاء کے نام نکلنے والا عرس اور غوث اعظم کے عرس کو گیارہویں سے موسوم کیا بتائیے اس میں کونسا حرج ہے۔

(سوال)

تمہارے اس دوغلہ پالیسی سے ہم شاکی ہیں ایصال ثواب تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے۔ اور تم اسے غوث اعظم کے نام کرتے ہو

(جواب)

یہ اہلسنت پر بہت بڑا بھاری بہتان ہے اور تقریباً ایسے غلط تاثرات دے کر عوام کو وہابی دیوبندی اپنے دام تزویر میں پھنسا لیتے ہیں ورنہ ہم نے بارہا کہا لکھا اور کہتے ہیں اور کہتے رہینگے کہ ہم بھی گیارہویں یا اعراس یا دیگر نذر و نیاز سب اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں اور ثواب انبیاء و اولیاء اور غوث اعظم کے ارواح مقدسہ کو پہنچاتے ہیں باقی رہا ان اشیاء پر انبیاء و اولیاء اور غوث اعظم کے نام لیا جانا یہ مجاز ہے اور ایسے مجازات قرآن

واحادیث اور محاورات عرب اور ہمارے عرف میں کثیر الرواج اور روزمرہ کا معمول ہیں۔

چند احادیثی شواھد

عن سعد بن عبادہ قال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیراً وقال ھذہ لام سعد"
(ابوداؤد شریف، نسائی از مشکوۃ باب فضل الصدقہ۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعد کی ماں یعنی میری ماں مرگئی ہے پس کونسا صدقہ بہتر ہے آپ نے فرمایا۔ پانی! پس سعد نے کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کے واسطے ہے۔

اس روایت میں صاف ظاہر ہے کہ کنواں کھدوایا تو خدا تعالیٰ کے لئے گیا اور اس کا ثواب بھی ام سعد کے لئے مطلوب ہے۔ لیکن حدیث شریف میں حرف لام سعد "ام سعد کے لئے کا لفظ ہے۔ یہی ہم کہتے ہیں۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کون ہے جو میرے لئے مسجد عشار میں چار رکعت پڑھے اور کہے

هذا لابی هریرة یہ ابوہریرہ کے لئے ہے (مشکوٰۃ شریف باب الفتن) اس سے حضرت ابوہریرہ کا مقصد بھی یہی تھا کہ نماز کا ثواب ابی ہریرہ کے لئے ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا بلکہ ابوہریرہ کا نام لیا کیا اس سے حضرت ابوہریرہ کو کوئی مشرک کہہ سکتا ہے اور اگر نہیں تو ہم کہتے ہیں کھیر رہی گیارہویں غوث پاک کی۔ تو ہم مشرک کیوں مخالفین کو مذکورہ روایات کے متعلق مابہ الامتیاز واضح کرنا چاہیئے۔ بلکہ ہمارے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والے تمام امتیوں کا نام لیا۔ ملاحظہ ہو۔

عن جابر بن عبد اللہ قال شهدت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاضحیٰ بالمصلّی فلمّا قضی خطبته نزل عن منبره فاتی بکبشین فذبحه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیده وقال بسم اللہ واللہ اکبر هذا عنی وعمن لم یضح من

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید الضحیٰ کے دن میں حاضر تھا آپ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو منبر سے اترے پس آپ کی خدمت میں دو بکرے حاضر کئے گئے پس ذبح فرمائے آپ نے اپنے دست مبارک سے

اور فرمایا بسم اللہ اللہ اکبر واللہ اکبر یہ میری طرف سے اور اس کی طرف سے جس میرے امتی نے قربانی نہیں کی	امتی رواہ الترمذی ج ۱ مشکوٰۃ شریف ص ۱

اسمیں قربانی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور اس کا ثواب بندوں کو پہنچانا مطلوب ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ تو بجائے اللہ تعالیٰ کے نام لینے کے بندوں کا نام لیا جائے۔ تو حرج نہیں دیکھئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرتے وقت صاف کہہ دیا کہ یہ میری اور میری تمام امت کی طرف سے ہے چونکہ یہ بحث " ما اھل بغیر اللہ " سے متعلق ہے اسے فقیر نے اپنی تفسیر اویسی " تفصیل سے لکھا ہے۔ اسی لئے انہی تین احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(عقلی دلیل)

چونکہ ہر فرد جانتا ہے کہ یہ مسئلہ حقیقت و مجاز کا ہے۔ جس طرح کائنات کی ہر چیز کا مالک و متصرفِ حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ ہے اسی طرح ہر قسم کی گیارہویں دیگر نذر، نیاز حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

گیارہویں نیاز وغیرہ طور پر انسانوں سے

منسوب کی جا سکتی ہے جیسے فلاں کی روٹی اور فلاں کا مکان وغیرہ وغیرہ

اگر حقیقت و مجاز کے اس مسئلہ پر اعتقاد و یقین نہ رکھا جائے تو پھر دنیا کی کوئی چیز کسی دوسرے سے منسوب نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی حلال اور جائز رہ سکتی ہے۔ تفصیل کے لئے فقیر کی تفسیر کا مطالعہ کیجئے۔

(سوال)

اگر واقعی گیارہویں شریف ایصال ثواب ہے تو پھر تم اسے نذر و نیاز سے کیوں تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ نذر و نیاز صرف اللہ تعالیٰ کی خاص باتوں کو پیروں فقیروں کے لئے ثابت کرتے ہو۔ اسی لئے مشرک ہو۔

(جواب)

یہاں بھی وہی حقیقۃ و مجاز والی بات ہے اس لئے کہ ہم نے نذر و نیاز مجازاً ہدیہ و تحفہ پر استعمال کرتے ہیں اور یہ ہمارا ادب ہے کہ ہم اولیاء و انبیاء علیہم السلام کے ایصال ثواب کو نذر و نیاز وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں وہ اس لئے کہ ہم انبیاء و اولیاء کو زندہ مانتے ہیں اور یہ بحث اپنے مقام پر حق ہے اور شرعی امور میں سینکڑوں مسائل ایسے ہیں جن میں شرعی اصطلاحات کو مجازاً

دوسرے معانی میں استعمال کیا جاتا ہے جسے فقیر نے متعدد مثالیں
اپنی تفسیر میں لکھی ہیں۔ یہاں صرف چند حوالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔
جس سے غیر مقلدین اور دیوبندیوں کا منہ تو بند ہو سکتا ہے لیکن نیند
البتہ نہیں جائے گی اس لئے کہ وہ لاعلاج بیماری ہے

حضرت ملاں جیون صاحب نور الانوار استاذ سلطان عالمگیر اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہما

وَمِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ
فِيْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ (تفسیر احمدیہ)

اور یہاں سے معلوم ہوا کہ بے شک وہ گائے جس کی نذر اولیاء کے لئے
لائی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رسم ہے حلال وطیب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اپنے والد شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا حال لکھتے ہیں کہ وہ قصبہ
ڈاسنہ میں حضرت مخدوم اللہ دیا علیہ الرحمۃ کے مزار پر زیارت کو تشریف
لے گئے جب آنے لگے تو حضرت مخدوم اللہ دیا نے مزار سے ارشاد فرمایا
اے عبد الرحیم ذرا ٹھہرو۔ کچھ کھا کر جانا یہ سن کر والد صاحب ٹھہر گئے پھر
ایک عورت اپنے سر پر چاول شیرینی لے کر آئی اور عرض کی کہ میں نے نذر

مانی تھی کہ جس وقت میرا خاوند آئے گا میں اس وقت کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیا کے دربار میں ٹھہرنے والوں کو پہنچا دوں گی۔ وہ اسی وقت آ گیا اور میں نے یہ نذر پوری کر دی۔ اصل عبارت پڑھیے

آں گاہ زنے بیاید طبق برنج و شیرینی بر سر و گفت نذر کردم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعتے طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیہ رسانم دریں وقت آمد نذر ایفاء کردم و آرزو کردم کہ کسے آنجا باشد تناول کند۔

(انفاس العارفین ص۴۴)

اس حکایت سے کئی مسائل مرتب ہوتے ہیں انہیں فقیر نے "کرامات اولیاء" نامی کتاب میں تفصیل سے لکھا ہے۔

: بایں دیوبندیوں کے پیشواؤں نے بھی لفظ نذر و نیاز تحائف و ہدایا بالخصوص اولیاء کرام و انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی استعمال کیا ہے۔ اگر یار لوگوں کو مشرک و بدعت کے فتوی بازی کا شوق ہے تو ذرا ایک فتویٰ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کے لئے بھی شائع فرما کر ماجور من اللہ ہوں۔

(سوال)

ایصال ثواب کے تو ہم بھی قائل ہیں لیکن یہ جو تم معین کر کے گیارہویں یا تیجہ وغیرہ کرتے ہو یہ ناجائز ہے اور کسی شے میں تعین ناجائز کیا جائے۔

جواب

وہابیوں دیوبندیوں نے شریعت پاک پر بہتان باندھا ہے کہ کسی نیکی کو معین کیا جائے تو وہ حرام ہے۔ ہم عوام دیوبندیوں وہابیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے کسی مولوی کے قرآن مجید کی صرف ایک آیت پڑھوائیں جس میں حکم ہو کہ جائز طریقہ کی تعیین حرام ہے حالانکہ آیات قرآنی کی کوئی جملہ اور احادیث مبارکہ کے تمام تر ذخیرہ سے ایک حدیث یا حدیث کا ایک جملہ بھی ایسا نہیں مل سکتا جس میں تعیین ایام کو اشارہ کنایہ سے بھی حرام اور بدعت وغیرہ نہ کہا ہو۔

اسی طرح

تمام تر اقوال اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ایک قول بھی ایسا نہیں مل سکے گا جس میں تعین ایام کی تردید کی گئی ہو۔

اور اگر ہمارا مندرجہ بالا دعویٰ درست ہے اور مخالفین ہمارے اس دعویٰ کو قرآن کے دلائل سے توڑنے کی ہمت نہیں رکھتے تو پھر مجبوراً کہنا پڑے گا۔ کہ لعنت اللہ علی الکاذبین

حالانکہ

شریعت کے اکثر امور تعینات کے بغیر ہوتے ہی نہیں اور خود اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے امور متعین فرمائے۔ فقیر نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے

فی الحال چند ایک دلائل پیش کرنا ہے تاکہ ناظرین یقین کر سکیں کہ شریعت مصطفویہ میں تعین برائے مصلحت نیکی کے امور میں شرعاً جائز ہے۔

عقلی دلیل :- نظام کائنات کا وہ کون سا کام ہے جس کے لیے کوئی دن معین نہیں۔ نوع انسانی کی تخلیق سے لے کر عالم آخرت تک کوئی بھی قضیہ تعین یوم سے خالی نہیں۔ بچے کی پیدائش کا دن معین ہے۔ شادی کا دن معین ہے۔ موت کا دن معین ہے۔ بہار اور خزاں کے دن معین ہیں۔ روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکوٰۃ کے دن معین۔ غرض دینی و دنیوی امور معین ایام ہی میں انجام پذیر ہوتے ہیں اور پھر لطف کی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ تعین یوم کو بدعت اور ناجائز کہتے ہیں ان کا اپنا کوئی کام بھی معین دن کے بغیر نہیں ہوتا۔ جلسوں کے دن معین کانفرنسوں کے دن معین۔ تبلیغی دوروں کے دن معین اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو تعین یوم کا انکار کرنا قانون فطرت ہی کے خلاف ہے کیونکہ اگر تمام امور یوں ہی بے قاعدگیوں اور بغیر تعین ایام کے شروع کر دیئے جائیں تو نظام حیات ہی درہم برہم ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ اتنا بدیہہ ہے جس پر دلائل کی چنداں ضرورت نہیں

یہ تعینات

گیارھویں شریف اور اعراس اور دیگر اور ایصالِ ثواب جیسے نیک اُمور کیلئے کیئے جاتے ہیں کفر، شرک، بدعت، حرام اور ناجائز کیوں

ہو جاتے ہیں۔ کیا کوئی شخص دین و دُنیا کا کوئی کام بغیر دن اور وقت کا تعین کئے سرانجام دے سکتا ہے۔

اپنی پیدائش سے لیکر مرتے دم تک انسان ایام و اوقات کا پابند ہوتا ہے۔ یا پابند کر دیا جاتا ہے۔ ہم یہاں مثالیں نہیں بیان کریں گے بلکہ ہر ذی شعور سے درخواست کریں گے کہ خدارا سوچیے اور خوب سوچیے کہ کیا دن اور وقت کا تعین کرنا فی الواقع موجب کفر و شرک ہے یا بھٹکے ہوئے ذہنوں کی اختراع اور بہکے ہوئے دماغوں کی یا وہ گوئی اور بیہودگی کی مُنہ بولتی تصویر ہے۔

ہماری اس درخواست پر جو لوگ غور فرمائیں گے اُن کی نوازش ہے اور جن کے ذہن اب بھی اُن کے حضرات صاحبان کے فرامین تعصب آفرین میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ وہ اب ضرور دیکھیں کہ تعینات ایام کے متعلق شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے۔ ملاحظہ ہو۔

قرآن مجید

(۱) رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا وذکرھم بایام اللہ۔ یعنی بنی اسرائیل کو وہ دن بھی یاد دلاؤ جن میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نعمتیں اتاریں۔ جیسے غرق فرعون من و سلویٰ کا نزول وغیرہ (ف، آمین)۔ معلوم ہوا کہ جن دنوں میں رب تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمت دے ان کو یادگار منانے کا حکم ہے۔

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصوم میں ہے سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن صوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدت و فیہ انزل علی یعنی حضور علیہ السلام سے دوشنبہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اسی دن ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم پر وحی کی ابتدا ہوئی (ف) حدیث سے ثابت ہوا کہ یادگار منانا سنت اس کیلئے دن مقرر کرنا سنت ہے۔ حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں عبادت کرنا سنت ہے۔ عبادت خواہ بدنی ہو۔ جیسے کہ روزہ اور نوافل یا مالی جیسے کہ صدقہ وخیرات تقسیم شیرنی وغیرہ

(۳) مشکوٰۃ یہ ہی باب فصل ثالث میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ پاک میں تشریف لائے تو وہاں یہودیوں کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا فنحن احق واولیٰ بموسیٰ منکم ہم موسیٰ علیہ السلام سے تم سے زیادہ قریب ہیں فصامہ وامر بصیامہ خود بھی اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو عاشورہ کے روز کا حکم دیا چنانچہ اول اسلام میں یہ روزہ فرض تھا۔ اب فرضیت تو منسوخ ہو چکی مگر استحباب باقی ہے۔

(۴) مشکوٰۃ کے اسی باب میں ہے کہ عاشورہ کے روزے کے متعلق کسی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ اس میں یہود سے مشابہت ہے تو فرمایا کہ اچھا سال آئندہ اگر زندگی رہی تو ہم دو روزے

رکھیں گے یعنی چھوڑا نہیں۔ بلکہ زیادتی فرما کر مشابہت اہل کتاب سے بچ گئے

(۵) یہ نمازیں گذشتہ انبیاء کی یادگاریں ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا میں آکر رات دیکھی تو پریشان ہوئے۔ صبح کے وقت دو رکعت شکریہ ادا کیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ ذبیحہ پایا، لخت جگر کی جان بچی۔ قربانی منظور ہوئی۔ چار رکعت شکریہ ادا کیں۔ یہ ظہر ہوئی وغیرہ وغیرہ معلوم ہوا کہ نماز کی رکعت بھی دیگر انبیاء کی یادگار متعین یادگار دین ہیں

(۵) حج۔ تا آخر ہاجرہ و اسمعیل و ابراہیم علیہم السلام کی یادگار ہے۔ اب نہ تو وہاں پانی کی تلاش ہے، اور نہ شیطان کا قربانی سے روکنا۔ مگر صفا و مروہ کے درمیان چلنا۔ بھاگنا۔ منٰی میں شیطان کو کنکر مارنا بدستور ویسے ہی موجود ہے، محض یادگار کے لئے اور پھر متعین اوقات میں۔

خلاصہ

بہر حال تعیین نہ شرعاً حرام ہے نہ اس پر مخالفین کے پاس کوئی دلیل ہے۔ ہاں چند ایسے امور ہیں جنہیں ہم بھی ایسی تعیین کو منع کرتے ہیں۔ وہ چند امور مندرجہ ذیل ہیں۔

وہ دن یا جگہ کسی بُت سے نسبت رکھتی ہو جیسے ہولی، دیوالی کو اُس

کی تعظیم کے لئے دیگ پکا یا مندر میں جا کر صدقہ کرنا۔ اسی لئے مشکوٰۃ باب النذر میں ہے کہ کسی نے بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی منّت کی۔ تو فرمایا۔ کیا وہاں کوئی بُت یا کفار کا میلہ تھا۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا جا اپنی نذر پوری کر۔ (۲) اس تعین میں کفار سے مشابہت ہو۔ (۳) اس تعین کو واجب جاننا۔ اسی لئے حدیث شریف میں کہ صرف جمعہ کے روزے سے منع فرمایا گیا۔ کیونکہ اس میں یہود سے مشابہت ہے۔ واجب جاننا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور رسم اہلسنت کے جملہ معاملات میلاد شریف رجبی شریف۔ اعراس مبارکہ۔ گیارہویں شریف۔ جمعراتیں۔ چہلم۔ سیوم برسی وغیرہ۔ بقدر ضرورت فقیر نے یہاں مختصراً لکھ دیا ہے تفصیل کیلئے " الحبل المتین فی تحقیق التعیین " دیکھئے۔

گیارہویں شریف ایصال ثواب کا دوسرا نام ہے۔ اس میں خیرات وصدقات اور کلام الٰہی۔ مجلس وعظ وغیرہ کا ثواب سیدنا وغوثنا وغیاثنا ماوانا ملجانا محبوب رب العالمین غوث اعظم محی الدین الشیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ العزیز کی روح مبارک کو ایصال ثواب ہوتا ہے اسکے ہر ہر جز پر وہابیہ دیوبندیہ کو اعتراضات ہیں۔ اسکے لئے علیحدہ علیحدہ تصانیف چاہئیں۔ جنہیں علمائے اہلسنت نے مدلل لکھا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ثم انشاء رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقیر کو فرصت ملی تو ان پر علیحدہ علیحدہ رسالہ تحریر کرونگا فقط والسلام۔ [۱]

حررہ الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ بہاولپور ۲۰ ۱۰/۹۸

[۱] الحمد للہ بعض ان سے رسائل ۱۴۱۴ھ میں شائع ہو چکے ہیں۔

قرآن پاک کا بے بہا خزینہ

تفسیر روح البیان

ترجمہ اردو

فیوض الرحمٰن

مترجم

محدثِ دوراں مفسرِ قرآن حضرۃ علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہٗ

کلام پاک کے سمجھنے میں یہ تفسیر آپ کی صحیح راہ نمائی کریگی، ہر پارہ ضخیم جلد پر مشتمل ہے

ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور (پاکستان)